پندرہ روزہ
تعمیرِ حیات
لکھنؤ

اللہ

نور السمٰوات والارض

خود فراموشی اور دنیاوی انہماک

مسلمانوں کی عام آبادی کا طرزِ زندگی دنیاوی انہماک اور خود فراموشی سے خود غرضی کا بنا ہوا ہے، زندگی کا مقصد سوائے مادی ضروریات کی تکمیل اور ذہنی تفریح اور بچوں کی پرورش یا حصول جاہ و دولت کے زندگی کا کوئی بلند مقصد بجز مشغلہ اور تفریح کے نہ ہو، زندگی سرتاپا ایمان و احتساب کی روح سے خالی اور اعلائے کلمۃ اللہ کے جذبے سے عاری ہو، اس میں دین کی ترقی تعلق مع اللہ کے اہتمام اور ایمانی کیفیات کے حصول کی کوئی خواہش نہ ہو، علم دین اور اللہ کے ذکر کا کوئی لحاظ نہ ہو، دین کے لئے حسب استطاعت جدوجہد اور اس کے لئے فکر سے دن اور راتیں، مشغولیت اور فرصتیں یکساں محروم ہوں، دینی غیرت، واقفیت اور اسلامی اخوت کے مناظر سے مجلسیں اور اجتماعات خالی ہوں، تعارف و رابطہ اور تعاون علی البر والتقویٰ کی روح سے جماعت بے بہرہ ہو، دینی دعوت اور اس کے لئے نقل و حرکت، اس کے لئے قربانی اور خوش دلی کے لئے ایثار و جفاکشی سے زندگی خالی ہو۔

یہ
وہ طرزِ زندگی ہے جو
ایک اچھے خاصے آزاد اسلامی ملک کو "اندلس" بنا
سکتا ہے —

(مولانا سید ابوالحسن علی ندوی)

ندوۃ العلماء اور مدرسۃ الاصلاح دونوں کا علمی شجرۂ نسب ایک ہی ہے

"ہمارا نظام تعلیم موت و زندگی کی کشمکش سے گذر رہا ہے اس کو ایک نئی زندگی عطا کرنے کا حوصلہ کیجئے"

طلبائے مدرسۃ الاصلاح سے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا خطاب

(شبلی کالج دار المصنفین اعظم گڑھ کی مجلس انتظامیہ میں شرکت کے بعد واپسی پر مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی (ناظم ندوۃ العلماء) مولانا محمد عمران خاں صاحب ندوی ازہری مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء اور مولانا اسحٰق جلیس صاحب ندوی (ایڈیٹر تعمیر حیات) منتظمین مدرسۃ الاصلاح سرائے میر اعظم گڑھ کی دعوت پر مدرسہ تشریف لے گئے۔ اس موقع پر طلبائے مدرسۃ الاصلاح کی انجمن [illegible] کے زیر اہتمام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم نے جو خطاب فرمایا اسکو ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے ترتیب و تنقیح کے بعد شائع کیا جارہا ہے۔)

(مرتبہ: شکیل احمد [illegible] متعلم درجہ ہشتم)

ایک ہی علمی شجرۂ نسب:

اساتذۂ مدرسہ و برادران عزیز! مجھے بڑی خوشی ہے کہ میری توقع اور اندازہ کے خلاف یہاں حاضری کا موقع ملا، یہاں کی حاضری حقیقت میں ایک اخلاقی فرض ہے اور اس کی بہت سے موجبات و محرکات ہیں۔ لیکن اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وقت کی کمی کی وجہ سے یہاں حاضری کا موقع نہیں ملتا۔ میں نہایت شکر گزار ہوں ان مخلص احباب کا اور مدرسہ کے ذمہ داروں کا جنھوں نے ہم لوگوں کو اس کا موقع دیا اور اس تقریب سے یہاں حاضری کو زیادہ مکمل اور ہم لوگوں کے لئے زیادہ مسرت بخش بنا دیا۔ واقعہ یہ ہے کہ ندوۃ العلماء اور مدرسۃ الاصلاح دونوں کا علمی شجرۂ نسب ایک ہی ہے اور ان کے بانیوں کا یہاں تک تعلق ہے ان میں تعلق مناسبت ایسا تھا جیسی وجہ سے یہ دونوں ایک خاندان کی دو شاخیں ہیں۔ حقیقت میں ہم لوگ ایک ہی منزل کے مسافر اور ایک ہی کشتی کے سوار ہیں ہم انعام پانے میں بھی برابر کے شریک ہیں اور آزمائشوں میں بھی ایک دوسرے کے برابر کے شریک ہیں۔

دینی نظام تعلیم کا قافلہ:

اس وقت پورے دینی نظام تعلیم کا قافلہ بڑی ایک ایسی دشوار گذار منزل سے گذر رہا ہے کہ ایسا نہ تھے جو گذر رہا ہے جو مشکلات سے پر ہے اور اسمیں بڑی بڑی آزمائشیں ہیں جن کی طرف بڑی خوبی کے ساتھ آپ کے ناظم مولوی ابوالحسن صاحب نے اشارہ کیا ہے اور میں اسی سے فائدہ اٹھا کر چند معروضات پیش کروں گا لیکن اس سے پہلے میں یہاں کے طلبہ سے یہ کہوں گا کہ وہ اپنے کو ہرگز یہ نہ سمجھیں کہ ہمارے لئے کوئی کامیابی نہیں ہے اور ہمارے لئے امتحان ہی امتحان ہے۔

ہندوستان بلکہ پورے عالم اسلام کی تاریخ بتاتی ہے کہ ہمیشہ ایسے ہی گوشوں سے کچھ ایسے لوگ پیدا ہوئے جنھوں نے ایک نئی تحریک ایک نئی قوت اور ایک نئی حرکت پیدا کر دی بے علم ہیں بھی اور دین پر بھی عام طور پر جب شہروں کی فضا مسموم ہو جاتی ہے وہ [illegible] ہوتے ہیں اور بہت سی [illegible] سیر گرم ہوتے [illegible] ہیں اور خرابیوں میں مبتلا ہوتے ہیں ہوتا ہے یہ ہوتا ہے کہ جب شہری کوئی زندگی [illegible] [illegible] طبع ہو جاتی ہے بے ابھی [illegible] زندگی [illegible] اور زندگی کی حرارت یہاں بھی ختم ہونے لگتی ہے اور جو زندگی کا سرمایہ ہے وہ ایک ہی مقصد رہ گیا کہ [illegible] مدارس میں [illegible] اور ان کے جو موجودہ طریقے ہیں ان سب کو آزما جائے۔ اس وقت کسی گاؤں اور کسی قصبے سے ایک نیا [illegible] ہوتا ہے جو پورا عالم [illegible] ہے۔

آفتاب تازہ پیدا بطن گیتی سے ہوا
آسماں ڈوبے ہوئے تاروں کا ماتم کب تلک

ہمارا دینی نظام تعلیم [illegible] علمی تحریک کی [illegible] کے ساتھ وابستہ

کی زندگی کا تعلق ہے اور دین کا جو تقاضا ہے اسکو دیہاتوں اور قصبوں نے ہمیشہ پورا کیا ہے وہ شہر کہ جہاں بڑے بڑے کتب خانے ہوتے ہیں جہاں تمام [illegible] بہم ہوجاتے ہیں جہاں ہر قسم کا علم و فن کی سرپرستی موجود ہوتی ہے بلکہ ایک ایسا قصبہ ہے کہ جہاں شہر کا کوئی بڑا خطرہ ہو نہیں ہوتا ہے تہذیب کی کوئی چمک دمک نہیں ہوتی ہے یا کسی گاؤں یا دیہات سے۔

ہماری نگاہیں قصبات اور دیہات پر پڑنی چاہیئے:

ہماری نگاہیں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے اور علم کی نئی تحریک کے لئے بڑے بڑے شہروں پر نہیں پڑنی چاہئیں بلکہ ان قصبات اور دیہاتوں پر پڑنی چاہئیں جہاں سے ہمیشہ اہل علم و فن پیدا ہوتے رہے اور جنھوں نے ہمیشہ علم سرمایہ ہی نہایاں بھی نہیں کیا بلکہ ان شہروں کو سہارا دیا ہے اور اس وقت کی [illegible] تہذیب کو آخری نیند سلانے سے روکا ہے۔ آپ بغداد کی تاریخ پر نظر ڈالیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ بغداد میں جو لوگ گر چکے وہ بغداد کے دیہات نہیں تھے بلکہ باہر کے ذرات تھے جو یہاں آفتاب بن کر چمکے ایران سے یا بغداد کے گرد و پیش کے قصبات اور دیہات سے وہ جب بغداد آئے تو انہوں نے نہ صرف اپنے کو روشن کیا بلکہ بغداد کو بھی ایک تازہ زندگی اور نئی تابانی بخشی۔ اسی طرح سے دلی کو دیکھئے دلی میں ہمیشہ قصبات اور دیہاتوں کا تازہ اور نیا خون آتا رہا اور وہ دلی کے معاشرہ میں اور دلی کی اس وقت کی علمی تحریک میں وہاں کے مدرسوں میں وہاں کے نظام تعلیم میں اور یہاں تک کہ وہاں کی ادبیات میں اور وہاں کے علوم و فنون میں ایک زندگی پیدا کر دی۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے خاندان کا تعلق پہلے ضلع رہتک پھر بعد میں ضلع مظفرنگر سے تھا۔ لکھنؤ کا سارا نظام اور [illegible] کا ادارہ جس نے کہ صرف ہندوستان بلکہ پوری دنیا کو اس وقت سیراب کیا اسکی علمی

دہقانی کی ایک نیا انعام ہے، انعام کے نتیجہ کر ایک نیا ولولہ پیدا علم کے [illegible] میں ایک تازہ ولولہ پیدا کر دیا۔ یہ خاندان سہالی ضلع بارہ بنکی کے ایک چھوٹے سے گاؤں کا تھا۔ اسی طرح گجرات کو لیجئے احمد آباد جیسا علم کا مرکز تھا لیکن احمد آباد میں اگر جنھوں نے مسند درس قائم کیا اور جنھوں نے پورے ہندوستان میں ہنگامہ درس و تدریس گرم کیا اور بڑے بڑے جلیل القدر عالم تیار کئے وہ احمد آباد کے نہیں بلکہ گجرات کے دیہات اور قصبات کے تھے۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ مدارس جہاں اب بڑی بڑی عمارتیں ہیں طلبہ کی بہت بڑی تعداد ہے، جنکی [illegible] کتب خانے ہیں۔ اور جہاں ہمارے ملک سے طالب علم کھینچ کھینچ کر آتے ہیں وہاں جہاں بہت کی سہولتیں ہیں وہیں بڑی مشکلات بھی ہیں جو شہروں کے مرکز میں رہتے ہیں جدید تہذیب تمدن کی جولانیاں چاروں طرف سے ان کو گھیرے ہوئے ہوتی ہیں اور اس طلعت میں اگر چراغ رہبانی جلایا جاتا ہے تو وہ کہاں تک ان تند و تیز جھونکوں کا مقابلہ کر سکتا ہے اس لئے وہ مدرسہ جو اپنے ساتھ بڑی تاریخ رکھتے ہیں بڑا نام رکھتے ہیں اور بڑے بڑے مقاصد رکھتے ہیں لیکن گوشہ میں ہیں ان کے لئے کام کرنے کا بہت بڑا موقع ہے انہیں مدارس میں سے آپ کا یہ مدرسۃ الاصلاح بھی ہے۔

اس لئے اس کے طلبہ ہرگز اپنے کو کسی حسرت یا ندامت کی نگاہ سے نہ دیکھیں بلکہ اپنے کو فخر کرنا چاہیے اور اپنے انتخاب کی خود داد دینی چاہئے۔ آپ لوگوں کو بھی اس پر پورا اطمینان ہونا چاہئے بلکہ اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیئے کہ آپ کو اس کے لئے منتخب کر لیا گیا ہے اور مدارس میں امتیاز پیدا کرنے کے لئے بڑی سہولتیں ہیں اور ایک دوسرا اگر جہاں گوشہ حاصل ہے آپ بھی ان مدارس کو اور ان تمدن کو رنگ کی نگاہ سے دیکھئے کہ یہاں ضروریات کی بڑی سہولتیں ہیں

پندرہ روزہ

تعمیر حیات لکھنؤ

جلد ۱۱ — سالانہ: دس روپئے

شمارہ ۱۴ — فی پرچہ: چالیس پیسے

شعبۂ تعمیر و ترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۲۵ مئی سنہ ۱۹۷۴ء — ۲ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۹۴ھ

اسحاق جلیس ندوی

ایک گرتی ہوئی شہنشاہیت

سوئنبرن نے غالباً تھیکرے کے بارے میں لکھا تھا: "HE IS LIKE AN EMPIRE FALLING"

ان پانچ الفاظ میں کسی کی شخصیت اور اس کے عروج و زوال کی کتنی مکمل اور بھرپور تصویر ہے۔

یہ فقرہ پڑھتے ہی مرکز کی حکمراں جماعت اور وزیر اعظم صاحبہ کی پوری شخصیت سامنے آجاتی ہے۔ وسط مدتی پارلیمانی انتخابات میں اپنی پارٹی کے قدیم، قدآور اور جغادری قسم کے لیڈروں سے بغاوت اور اپوزیشن پارٹیوں کے متحدہ محاذ کو تاریخی شکست دے کر حکومت پر قبضہ، غریبی ہٹاؤ اور سوشلزم لاؤ کا کامیاب نعرہ، مرکز کے بعد ایک ایک کرکے اکثر ریاستی حکومتوں میں اپنی مخالف حکومتوں کا صفایا، عوام میں بے پناہ مقبولیت اور [illegible] دکھوں کا واحد مداوا اور مرکزِ امید اپنے آپ کو قرار دینے میں حیرت انگیز کامیابی — بنگلہ دیش کی تشکیل اور پاکستان کی شکست کے بعد تو مقبولیت نے آسمان چھو لیا تھا۔ یہ نقطۂ عروج تاریخ کے دونوں وزراءِ اعظم میں کسے نصیب ہوا تھا۔ کہاں عروج کا یہ چند روزہ کلائمکس CLIMAX، روشنی ہی روشنی، سویرا ہی سویرا — اور پھر . . . . عوام نے یہ محسوس کیا کہ غریبی تو "پرنسپل" بن گئی ہے جس سے نجات دلانے کی سنجیدہ کوشش [illegible] بے روزگاری پہلے سے بڑھ گئی ہے، مہنگائی کمر توڑ نہیں بلکہ جان توڑ ہو گئی، امن و سکون ناپید ہے۔ [illegible] اور روحانی نقصانات، حادثات اور پے در پے صدموں نے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ اور پھر اس دنیا کے بطن سے ہڑتالیں، گھیراؤ، ہنگامے اور ہلاکت خیز اور تباہ کن فسادات کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا۔ انتظامیہ پہلے سے زیادہ چور، مشکلات ماضی سے زیادہ سنگین اور جان لیوا، کرپشن میں کئی گنا اضافہ اور وسعت، اور جمہوریت کی اعلیٰ روایات پامال اور جاں بلب — غیر جمہوری اقدامات اور انتظامیہ کی اِلاکتی سے عدلیہ کا سپریم کورٹ تک مجروح — غرض تاریکی ہی تاریکی . . . . اندھیرا ہی اندھیرا . . . . مقبولیت اور محبوبیت کے [illegible] سے غیر مقبولیت اور نفرت کے اس نقطے تک پہونچنے کی مدت اتنی کم ہے کہ یہ "دیدۂ عبرت نگاہ" کے لئے سبق آموز اور کلام ربانی کے اس اعلان کی صداقت اور حقانیت کے لئے بین ثبوت اور روشن دلیل کہ "تعز من تشاء و تذل من تشاء"۔

ہم بحیثیت انسان، بحیثیت مسلمان اور بحیثیت ہندوستانی کسی کے زوال کی داستان سرائی غلط سمجھتے ہیں۔ [illegible]

[illegible]

SHE IS LIKE AN EMPIRE FALLING

[illegible]

(مولانا [illegible] الاعظمی ندوی، ناظم جامعۃ الرشاد [illegible] اعظم گڑھ)

ہم آہنگی کے فقدان نے عربی مدارس کو معاشرہ اور ملک و ملت میں غیر موثر بنا دیا۔

یہ تحریر مشرقی یوپی کے ضلع اعظم گڑھ کے عربی مدارس کی مجلس میں ۱۸ مارچ [illegible] کو پڑھی گئی تھی، یہ مجلس جامعۃ الرشاد کے ہال میں منعقد ہوئی تھی۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔

صدر محترم، ناظمانِ مدارس، علمائے کرام اور دیگر معزز شرکائے مجلس!

یہ مجلس جن مسائل پر تبادلۂ خیال کرنے کے لئے منعقد کی گئی ہے، ان پر گفتگو سے پہلے میں آپ کا مختصراً اس قیمتی وقت میں چند گزارشات کرنے کی اجازت چاہتا ہوں تاکہ اس سلسلہ کی بنیادی ضرورتوں اور ابتدائی کوششوں کا ایک خاکہ آپ کے سامنے پیش کر سکوں۔ آج سے تقریباً ڈھائی سال قبل راقم الحروف نے چند دوستوں کے مشورہ سے ضلع اعظم گڑھ کے عربی مدارس کی ایک تنظیم کا فکر کیا اور ضلع کے تمام مدارس کے ذمہ داروں کو اطلاع دی اور اس کی پہلی مجلس [illegible] اگست [illegible] کو بصدارت مولانا قاری ریاست علی صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم مئو جامعۃ الرشاد میں ہوئی۔ یہ حسنِ اتفاق تھا کہ اس مجلس میں محترم و مکرم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند بھی موجود تھے، اور انہوں نے بڑی ہمت افزائی فرمائی۔ انہوں نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ یہ کام بہت پہلے ہو جانا چاہئے تھا اگر اس ضلع سے ہونے جا رہا ہے تو مجھے دلی مسرت ہے۔ اس مجلس میں ضلع کے تقریباً تمام ہی قابلِ ذکر عربی مدارس کے ذمہ دار موجود تھے۔ اس کے بعد پھر کئی بار اس کی مجلسیں ہوتی رہیں۔ اس کی آخری مجلس [illegible] کو ہوئی جس میں تین تجویزیں پاس کی گئیں۔

تجویز ۱: ضلع کے تمام عربی مدارس تجربہ کے طور پر چند مشترک کتابوں کا امتحان مرکزی کمیٹی کی نگرانی میں کرائیں۔

تجویز ۲: ضلع کے تمام عربی مدارس کے درمیان رشتۂ مودت بڑھانے کے لئے تمام عربی مدارس کے طلبہ کے درمیان سال میں ایک بار عربی و اردو تحریر و تقریر کا مقابلہ کیا جائے۔

تجویز ۳: ایک مرکزی فنڈ قائم کیا جائے اور اس سے ہر مدرسہ کے صاحبِ صلاحیت طالبعلموں کو وظیفہ دیکر مدرسین کے لئے تیار کیا جائے اور اس فنڈ سے دوسرے مفید کام بھی انجام دئے جائیں۔

ان تجویزوں پر عمل درآمد کے لئے ایک کمیٹی بھی بنا دی گئی تھی جس میں راقم الحروف کے علاوہ مولانا عبدالباری صاحب ناظم [illegible] احیاء العلوم مبارکپور اور مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نائب مہتمم [illegible] تھے مگر وہ تجویز بھی ابھی تک عملی شکل کو نہیں پہنچ سکا اور نہ دوبارہ کوئی مجلس منعقد کی جا سکی، پہلی وجہ راقم الحروف کی [illegible] سے مسلسل غیر حاضری تھی دوسری وجہ [illegible] تقریباً تین ماہ تک [illegible] رہا چونکہ راقم ہی کو اس کا ذمہ دار بنایا گیا تھا اس لئے کوتاہی کی ساری ذمہ داری اسی کے سر ہے مگر اس کے ساتھ دوسری ناگوار بات بھی عرض کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا کہ ہمارے عربی مدارس کے ذمہ داروں اور خاص طور پر بڑے مدارس کے ناظم و مہتمم نے اس کی بہت زیادہ ہمت افزائی نہیں کی، پہلی مجلس میں تو تقریباً سب ہی مدارس کے ذمہ دار شریک ہوئے مگر بعد کی نشستوں میں کم ہی حضرات شریک ہو سکے اس لئے بھی [illegible] کام [illegible] ہو کر رہ گیا۔

راقم الحروف نے [illegible] سے پہلے عربی مدارس کے ذمہ داروں کے [illegible] کا ذکر کیا تھا [illegible] اس مجلس [illegible] کی [illegible] نے آپ کو

دوبارہ آواز دینے پر مجبور کر دیا ہے۔ ہم کو خوشی ہے کہ آپ اس ناکارہ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ایک مشترک مقصد کے لئے یہاں جمع ہو گئے ہیں۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ چند باتیں عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں، ممکن ہے آپ کے علم میں کوئی اضافہ نہ ہو، پھر بھی یہ جذبات [illegible] ہوتے ہیں اور اسی لئے پیش ہیں کہ میرے جذبات آپ کے جذبات میں کوئی گرمی اور [illegible] پیدا کر سکیں۔

انداز بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

محترم حضرات! خدا کا شکر ہے کہ آج ہم ایک عظیم مقصد کی خاطر یہاں جمع ہوئے ہیں، خواہ ہماری اس مجلس کا کوئی اہم فائدہ نہ ہو تب بھی ایک ہی مقصد کے راہرووں اور ایک ہی منزل کی طرف جانے والے قافلوں کا آپس میں مل بیٹھنا بھی فائدہ سے خالی نہیں ہوتا، آج ہم آہنگی کے فقدان کی وجہ سے ہمارے عربی مدارس کی نہ تو معاشرہ میں کوئی موثر طاقت باقی رہ گئی ہے اور نہ قوم و ملت کے معاملات کے فیصلوں میں ان کی کوئی ضرورت محسوس کی جاتی ہے، حالانکہ آج [illegible] ہندوستان کی مسلمان آبادیوں پر نظر ڈالیں تو ایسی مشکل سے کوئی بڑی مسلمان بستی ہوگی جس میں کوئی نہ کوئی عربی مدرسہ موجود نہ ہو، صرف آپ کے ضلع میں [illegible] عربی مدارس ہیں اس پہلو پر بھی ہم آپ کچھ غور سوچ کر اپنے مستقبل کے بارے میں کوئی فیصلہ کریں گے۔ ہمارے مدارس کے لئے یہ چیز بہت ہی مفید ثابت ہوگی اور اگر ہم نے اپنی قوت کو متحد نہیں کیا تو وہ جس مقام پر ہیں وہ مقام بھی ہم سے چھن سکتے ہیں کہ ہم جاہلوں پر مشتمل ہیں۔

محترم حضرات! ہندوستان میں عربی مدارس کی افادیت اور ان کے اثرات اور دین و ملت کے لئے ان کے کارناموں سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا مگر یہ حقیقت بھی اپنے سامنے رکھنی ضروری ہے کہ ہر چیز اپنی انتہائی کمالیت بھی آجانے کے بعد بھی اصلاح و تجدید سے کبھی بے نیاز نہیں ہو سکتی بلکہ ہر دور اور ہر صدی میں [illegible] اور مجددین اسی کی ضرورت کا احساس [illegible] ہیں۔ اسی طرح عربی مدارس بھی تمام افادیتوں اور خوبیوں کے باوجود ہمیشہ اصلاح و تجدید کے محتاج رہے ہیں اور آئندہ بھی رہیں گے جن قوموں اور جماعتوں [illegible] اور افراد نے اصلاح و تجدید کو اپنے لئے ضروری نہیں سمجھا تو وہ [illegible] سے مٹ گئے یا ان کی زندگی و موت میں کوئی فرق باقی نہیں رہ سکا۔ ہمارے اس ملک میں اسلام جب تک بھی اپنی [illegible] صورت میں موجود ہے اور [illegible] ہے اس اصلاح و تجدید کے تسلسل کا ایک مظاہرہ [illegible] فیصلہ میں اصلاح و تجدید کا کام مسلسل نہیں ہوا اس [illegible] اصلی شکل [illegible] انتہائی دشوار ہے [illegible] بچنا ہے [illegible] کے ساتھ دینے کے لئے ہم کو تیار رہنا [illegible] ہم کو اس کے لئے ہمیشہ تیار رہنا چاہئے۔ [illegible] کی جز کو قدر کا درجہ دینا مناسب نہ ہوگا۔ ہمارے نصابِ تعلیم میں جو علوم و فنون [illegible] ہیں ان میں کتب [illegible] کے علاوہ [illegible] ان [illegible] اصل مقصد [illegible]

"چاہئے وہ زمانہ سے ہماہنگ [illegible] اصل مقصد کو نقصان پہونچا ہے [illegible] کے [illegible] قدیم ہے فلسفۂ قدیم اور ہیئت قدیم کا جو عربی مدارس کے نصاب پر [illegible] ہیئت جدید کے داخل کرنے کا پر جوش مشورہ دیا اور اپنے اس خیال کو شعر کے ساتھ ایک قطعہ میں بھی ادا کیا جس کا ایک شعر یہ ہے۔

تا بہ صورت رہ ایں فلسفۂ [illegible] قدیم
تا بہ صورت رہ [illegible] ہیئت [illegible]

[illegible] کے استاد مولانا فاروق [illegible] اس سے اتنا برہم ہوئے کہ اپنے محبوب شاگرد سے ترک کلام کر لیا۔ مگر حقیقت کو عزیز شاگرد نے شاعری کی زبان میں [illegible] کیا تھا کچھ دنوں بعد استاد کو بھی اس سلسلہ میں ماننا پڑا [illegible] ہمارے [illegible] فلسفۂ قدیم اور ہیئت قدیم [illegible] نصابِ تعلیم کا جزو بنانے میں [illegible] کی ضرورت [illegible] تھا۔ اب اگر اس عصر کی افادیت ختم ہو گئی ہے تو پھر اس کی جگہ ان علوم کو نصابِ تعلیم میں داخل کرنا چاہئے جن کی ضرورت اور افادیت سے ہم میں سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ مگر [illegible] ہمارے مدرسوں کے [illegible] اپنی اولاد کو عربی پڑھانے میں عار محسوس کرتے ہیں، مگر وہی حضرات نصابِ تعلیم کے بارے میں کوئی تبدیلی کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ تعمیر و ترقی میں اس نقطۂ نظر کے پیدا ہونے سے کیا اثرات مرتب ہوئے، اسے ہم ایک مثال سے واضح کریں گے۔

تیرھویں صدی عیسوی میں مسلمان [illegible] سیاسی طاقت، تمدنی ترقی اور علوم و فنون میں مہارت [illegible] دنیا پر فوقیت رکھتے تھے اس وقت یورپ نے طے کیا کہ عربی زبان سیکھنی چاہئے اور مسلمانوں کے علوم و فنون کو اپنانا چاہئے [illegible] صدی کے آخر میں عربی زبان [illegible] کی تعلیم [illegible] کوشش [illegible] کامیاب ہوا اور [illegible] مسلمانوں کے علوم و فنون کو سیکھنے کی [illegible] کی کہ وہ دنیا کے مسلمانوں پر غالب آگئے اور مسلمان [illegible] علم و فن کی [illegible] مسلمانوں کے [illegible] علوم و فنون کو [illegible] اور [illegible] صورت [illegible] ہے [illegible]

[illegible]

محترم حضرات! [illegible] عربی [illegible] علوم [illegible] اور ان کو [illegible] معاشرہ [illegible]

جن قوموں، جماعتوں یا جن تحریکوں اور اداروں نے اصلاح و تجدید کو قبول نہیں کیا انکی زندگی اور موت میں کوئی فرق باقی نہیں رہ گیا

حاصل ہوتا تھا۔ مگر اب صورت حال یہ ہے کہ صرف عربی و فارسی پڑھنے والوں بلکہ بڑی بڑی درسگاہوں کے فارغین کیلئے بھی نہ معاشی کوئی عام دروازہ کھلا ہوا نظر آتا ہے اور نہ معاشرہ میں انکو کوئی قابل ذکر مقام مل پاتا ہے۔ اس لئے عربی پڑھنے اور پڑھانے والوں میں ایک عام مایوسی اور دل شکستگی کی فضا پائی جاتی ہے اور اسی لئے بہت سے لوگ یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ عربی مدارس ملک کیلئے ایک بوجھ ہیں اور انسانی زندگی میں ان کی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ ہمارے اوپر یہ الزام اور بے اعتمادی ہے جسے ہم کسی وقت قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں مگر ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم اسباب پر غور کریں جنکی بنا پر ہمارے بارے میں یہ خیال پیدا ہو رہا ہے۔

بزرگو اور دوستو! جن بچوں کے والدین نے ان کے لئے علم دین کی راہ اختیار کی ہے انہوں نے کوئی غلطی کی ہے اور نہ انہوں نے ناسمجھی کو دعوت دی ہے جدید تعلیم کی تمام سہولتوں کے باوجود انہوں نے بظاہر معمولی راہ چھوڑ کر اپنے نونہالوں کے لئے کانٹوں کی راہ اختیار کی ہے، تو اسمیں دخل کسی مجبوری کو نہیں بلکہ انہوں نے یہ اقدام اپنے احساس دینی اور جذبہ خیر کی بنا پر کیا ہے۔ اب ہمارا یہ کام ہے کہ ہم طلبہ کے سرپرستوں کے اس احساس و جذبہ کو ٹھیس نہ لگنے دیں اور اس سے بھی بڑھ کر ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ان کے اور ان کے نونہالوں کے قلب و دماغ میں ہم یہ بٹھائیں کہ انکے ذریعہ جو کام ہو رہا ہے وہ ملک کے کسی ادارہ یا اشخاص کے ذریعہ نہیں ہو رہا ہے آج جبکہ ملک اخلاق و کردار کے اعتبار سے مفلس ہی نہیں بلکہ دیوالیہ ہو رہا ہے نوجوانوں کی بے راہ روی ملک کے لئے ایک مسئلہ بنی ہوئی ہے ایسے تاریک ماحول میں آپ کے ذریعہ ملک کو ایمان و اخلاق کی روشنی مل رہی ہے آپ ہی اس ملک کو ایثار و قربانی بے غرض ہمدردی اور امانت و دیانت کا سبق دے رہے ہیں۔

جنگ آزادی کے دوران ہندوستان کے علماء میں ایک بھی ایسا نہیں تھا جس نے آزادی کے بعد آزادی کا پھل کھانے کی تمنا کی ہو بلکہ وہ اصل نشان جو ہے مگر یہ عربی مدارس کے وہ فارغین ہیں جنکی قربانیوں کی مثال دنیا کی تاریخ میں مشکل سے ملے گی جن کی شہادت بھی آزادی کی تاریخ کا ایک موضوع ہے۔ ہم آزادی کے بعد اس حقیقت نے آزادی کی جد و جہد میں کوئی فائدہ نہیں اٹھایا بلکہ علماء میں بعض لوگوں کو اعتماد ختم کرنے کی کوشش کی گئی تو ان کی غیرت ایمانی اور حمیت دینی اسکو قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہوگی۔

اس لئے اس حقیقت کو ہمیں اپنی قدر پہچاننی چاہئے مگر اس حیثیت سے مدرسوں کو اس بنیاد کے ساتھ عملی زندگی کے تقاضوں اور مسائل و مشکلات سے صرف نظر کرنا چاہئے اور ان میں دینی اوصاف اور جذبہ پیدا کرنے کے ساتھ ان کے مستقبل کی فکر اور دنیا میں ان کے لئے باعزت زندگی گذارنے کی صورتیں سوچنا ہماری ذمہ داری ہے جس طرح نصاب تعلیم کو بہتر بنانا اور مدرسوں کی فضا کو بہتر بنانا ضروری ہے اسی طرح فارغین کی معاشرہ میں صرف دینی و اخلاقی اعتبار سے نہیں بلکہ مادی حیثیت سے بھی اہمیت محسوس کی جائے۔ حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ نے حالات ہی کا اندازہ کر کے فرمایا تھا کہ اگر [illegible] یہ نہ ہوتے تو خلفاء ہمیں معاش اور حاجت روا بنا لیتے۔

حضرت امیر المؤمنین [illegible]

[illegible] ہم اپنے درد نہ رکھتے تو خود کو کسی کا دست نگر [illegible]

ضروریات پر توجہ کرنے کی وجہ سے ہماری طرز زندگی اور رہن سہن کے لئے آزادی اور فراخی [illegible] کی ضرورت ہے کیونکہ یہ ایک ایسے وقت کا تقاضا بھی ہے اور ان کے دین و ایمان کی حفاظت کے لئے ضروری بھی ہے۔ یہ معاشی بحران اور ضروریات کا دور ہے ہم انکے لئے جتنے بھی ذرائع معاش پیدا کریں گے اتنے ہی ہم ان کے علم و عمل اور دین و ایمان کا تحفظ کر سکیں گے آج یہی آزاد ذرائع معاش کے نہ ہونے کی وجہ سے کتنے قدیم دیندار خاندانوں کے نونہال دین و ایمان سے دست بردار نہیں ہوگئے ہیں بلکہ انہوں نے اپنی قدیم تہذیب و شرافت کو بھی بالائے طاق رکھ دیا ہے اور یا اللہ کا مال ہوگئے ہیں۔

جدید تعلیم گاہوں کی طرح طلبہ سے ہمارا تعلق محض قانونی نہیں ہے بلکہ ان سے ہمارا تعلق قانونی کم اور اخلاقی زیادہ ہے اسی لئے ہم پر دوہری ذمہ داری ہے اور معاد کے ساتھ انکی معاش کا فکر کرنا بھی ہماری ملی و دینی ذمہ داری اور فرض ہے۔ اسی جذبہ کے تحت جامعہ رشاد نے اس سال رشاد یونانی میڈیکل کالج کی داغ بیل ڈالی ہے۔

محترم حضرات! میں نے اوپر جو کچھ عرض کیا ہے اگر یہ حقیقت ہے اور اس حقیقت کو ہم تسلیم کرتے ہیں اور اپنی اس دوہری ذمہ داری کو محسوس کرتے ہیں تو ہمیں سب سے پہلے اپنے اندر اس سے زیادہ منشاء اور محنت و لگن پیدا کرنی ہوگی جتنا کہ جدید تعلیم گاہوں کے ذمہ دار یا کارکن محنت و لگن کا مظاہرہ کرتے ہیں ہمیں اس سے زیادہ وقت کی قیمت کو سمجھنا ہوگا جتنا کہ وہ سمجھتے ہیں اس لئے کہ وہ ہوا کے رخ پر چل رہے ہیں اور ہم ہوا کے رخ کے خلاف چلنے کی کوشش میں مصروف ہیں ہمیں تو ان سے زیادہ خلوص اور ذوق و شوق کی ضرورت ہوگی کیونکہ ان کا بیشتر کام قانونی دفعات اور سرکاری توقعات سے پورا ہو جاتا ہے اور ہمیں محض اخلاقی و شرعی ذمہ داری کے تحت کام کرنا ہے۔

اس سلسلہ میں ہمیں جدید تعلیم گاہوں کے طریقۂ تعلیم و طریقۂ انتظام سے بھی قابل قبول اور مفید چیزوں کو اپنانے میں بخل سے کام نہیں لینا چاہئے بلکہ اصل ماسبق اور جو کام کی چیز ہو اس کو حاصل کرنا چاہئے۔

محترم حضرات! ایک اور بات کہہ کر میں اپنی گفتگو ختم کرنا چاہتا ہوں۔ موجودہ درسگاہوں کے نظام کو حکومت نے خود مستحکم اور منضبط کر دیا ہے۔ ان کی تعلیم، نصاب تعلیم، طریقۂ تعلیم اور ماحول ہی نہیں بلکہ پورا ڈھانچہ ایک ہی طرح کا بنا دیا ہے لیکن ہمارے عربی مدارس کو اس طرح کوئی نظم اور ضبط نہیں ملا ہے اور نہ ہم نے کوئی متحدہ نظام بنانے کی کوشش کی ہے اس لئے ایک ہی راہ کے راہرو اور ایک ہی منزل کے مسافر ہوتے ہوئے بھی ہمارے عربی درسگاہوں کے منتظمین، اساتذہ، طلبہ میں کوئی ہم آہنگی اور یکسانیت نہیں ہے۔ ہر ایک کا نظم و انتظام الگ الگ ہے۔ طلبہ کے داخلہ اور اخراج کے سلسلہ میں جدید تعلیم گاہوں میں جو شرائط اور اصول و ضوابط ہیں انکی پابندی ضروری سمجھی جاتی ہے۔

ہمارے یہاں اس طرح کا کوئی ضابطہ اور اصول نہیں ہے طلبہ جب چاہتے ہیں ایک مدرسہ کو چھوڑ کر دوسرے مدرسہ میں چلے جاتے ہیں اور انکو بے تکلف داخل کر لیا جاتا ہے اس لئے ضرورت ہے کہ مدارس کے ذمہ داران حالات کا تقاضا اور ضرورت ہے کہ ہم اپنی انفرادی آزادی کے ساتھ یہ کام بھی کریں جس کے لئے ہمارے پاس کوئی دوسری خارجی قوت موجود نہیں ہے۔

محترم حضرات! گذشتہ چند سالوں سے عربی مدارس کی طرف مسلمانوں اور امت کو دینی زندگی کے لئے جو اطمینان ہو رہا ہے ان کی ضرورت اور زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اگر [illegible]

چارہ رات [illegible] کا دور گذر گیا [illegible] جمہوریت کا دور [illegible] زیادہ آزادی محسوس کرتے ہیں مگر اسی جگہ غلامانہ دور کے بجائے آزاد و جمہوری دور میں سانس لے رہے ہیں تو ہمیں ان تمام باتوں کے سلسلہ میں پابندی و جو ہمیں بھی پابندی کا احساس ضرور ہونے لگا ہے اس لئے گذشتہ جابرانہ دور حکومت میں علماء، مصلحین اور رہنمایان دین نے وقت کے تقاضہ سے امت کو بچانے کے لئے جس عزیمت و جرأت مندانہ طور سے کام کیا تھا اور حق و صداقت کا پرچم بلند رکھا تھا اس وقت اس سے کہیں زیادہ جرأت و ہمت اور عزم و حوصلہ کی ضرورت ہے کیونکہ اس دور کے خطرات اس سے کہیں زیادہ ایمان سوز اور تخریب اخلاق ہیں یہ واقعہ ہے کہ ہمیں تو اپنے پیشرو بزرگوں جیسا اخلاق ملا ہے اور نہ ان کی جیسی بے پناہ قوت ایمانی میسر ہے مگر ہمیں یقین رکھنا چاہئے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو اپنے دین کی حفاظت اور امت مسلمہ کی بقا منظور ہے اور ضرور منظور ہے تو ہم جیسے کمزور، ناتوانوں اور بے سہارا لوگوں کی کوشش ہی کو وہ رحیم و کریم، اجر و ثواب اور نتائج کے اعتبار سے بارآور کر سکتا ہے اور اس سے بہتر نتائج نکل سکتے ہیں — وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

معزز حاضرین! یہ بات بھی عرض کر دینی ضروری ہے کہ جن مسائل پر غور کرنے کے لئے آپ کو زحمت دی گئی ہے ان کے حل کا یہ بہترین موقع ہے۔ اب حالات نے کچھ ایسی کروٹ لی ہے کہ سیاسی ایوانوں میں بھی اقلیتوں اور خاص طور پر مسلمانوں کے بعض مسائل کے حل کرنے اور انکو زیادہ سے زیادہ مطمئن کرنے کی آوازیں زیادہ تیزی سے بلند ہونے اور دور کے ساتھ اٹھنے لگی ہیں۔ مسلم یونیورسٹی کا مسئلہ ہو، مسلم پرسنل لا کا مسئلہ ہو، مکاتب و مدارس کے تحفظ اور ترقی کا مسئلہ ہو اسی طرح کے اہمیت رکھنے والے مسائل ہیں جو پوری امت کی توجہ کے طالب ہیں جن کے مسلمانوں کے حق میں حل کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں اور ان کے حل کے لئے پہلے سے کہیں زیادہ موافق فضا اس وقت موجود ہے ہمارے اس سلسلہ کی تمام مثبت کوششیں جاری رہنی چاہئیں۔

مکاتب و مدارس دینیہ کی آزادی مسلمانوں کا بنیادی مسئلہ ہے جس میں کسی کی دخل اندازی کسی حالت میں ہم برداشت نہیں کرنا چاہتے۔

آج جبکہ ہم لوگ یہاں جمع ہیں ان تمام مسائل کے بارے میں غور کریں اور کوئی لائحہ عمل طے کر کے اٹھیں یہ محض کسی فرد یا چند افراد کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ پوری ملت اسلامیہ کا مسئلہ ہے۔ اگر ہم نے عزم و ارادے سے کام لیا تو ہماری دقتیں دور ہو سکتی ہیں۔ اور ہمارا منتشر ہوا میدان وسیع ہو سکتا ہے۔

جینے کا جگر چاہئے شاہیں کا تجسس
دنیا نہیں مردانِ جفاکش کے لئے تنگ

— وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

نگاہ وہ نہیں جو سرخ و زرد پہچانے
نگاہ وہ ہے کہ محتاج مہر و ماہ نہیں
فرنگ سے بہت آگے ہے منزل مومن
قدم اٹھا! یہ مقام انتہائے راہ نہیں
(اقبالؒ)

سید عبدالحلیم اصلاحی ندوی

علامہ سید سلیمان ندویؒ اور سیرت نبویؐ

طلبائے ندوہ کی یونین "انجمن الاصلاح" کے شعبہ بزم سلیمانی کے انعامی جلسے میں پڑھا گیا۔

یوں تو اس عالم میں کون و فساد، موت و حیات اور فنا و بقا کا سلسلہ تو ازل سے جاری ہے اور کب تک رہے گا، مگر یہ حقیقت ہے کہ دنیا میں جب سے انسانیت کا ظہور ہوا اس وقت سے آج تک نہ جانے کتنے ہی آدم زاد پیدا ہوئے اور عدم آباد کو روانہ ہو گئے، لیکن عالم تاریخ کی لوح پر ان میں سے معدودے چند کا ذکر باقی ہے۔ غور فرمائیں تو دیکھیں گے، اصل آبادی میں بھی کتنے ایسے تھے جو کسی فرد کہلائے جانے کے، اور جن کی جلوہ ریزیوں سے بزم کائنات صدیوں تک جگمگاتی رہی۔

علامہ سید سلیمان ندویؒ کی ذات گرامی ایک ایسی منفرد، ممتاز اور یگانۂ عصر شخصیت تھی جس کی مثال بیسویں صدی میں عالم اسلام میں مشکل سے ملے گی۔ جس کی صرف دو انگلیوں سے، بلکہ ہر پور سے علم و ہدایت کی وہ نہریں پھوٹی ہیں اور فضل و کمال کی وہ موجیں جاری ہوئی ہیں جو آئندہ ہزاروں برس تک شبستان انسانیت کو پرانوار اور خزینۂ علم و ادب کو گل بداماں رکھیں گی۔

آرزو و نیست مرا سیری از آن آب حیات
ضاعف اللّٰہ بہ کل زمان عطشی

سیرت نبویؐ اور ایسے جامع کمالات مصنف پر سیر حاصل گفتگو جو تقریباً نصف صدی تک علم و فن کی ہر مجلس میں چھایا رہا ہو، جس کے قلم نے اسلامی علوم و فنون کے دفتر کے دفتر لکھ ڈالے ہوں اور جس کے کارناموں سے دین و ملت کا ہر گوشہ معمور ہو، تھوڑے سے وقت میں ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے۔

داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گلچیں بہار تو ز داماں گلہ دارد

... نومبر ۱۸۸۴ء کو صبح وہ صبح جاں نواز وہ ساعت فرخ فال تھی جس میں فضل و کمال اور علم و دانش کا یہ نیر تاباں صوبہ بہار کے ایک مردم خیز گاؤں دسنہ میں طلوع ہوا۔ ابتدائی تعلیم گاؤں ہی میں حاصل کی۔ بیسویں صدی کے سال اول یعنی ۱۹۰۱ء میں سر چشمۂ علوم دین و منبع علم و حکمت دارالعلوم ندوۃ العلماء میں علم کی تشنگی بجھانے کے لئے تشریف لائے، جہاں علامہ فاروق چریاکوٹی، علامہ شبلی نعمانی، شمس العلماء مولوی حفیظ اللہ رحمہ اللہ جیسے آسمان علم و دانش کے آفتاب و ماہتاب روشن تھے، ان بزرگوں سے آپ نے کافی استفادہ کیا اور ان کی تربیت میں رہ کر ہر طرح کے علوم و فنون سے آراستہ ہوئے۔ آپ زمانۂ طالب علمی میں بھی زیادہ تر نوشت و خواند اور کتب بینی میں مصروف رہتے، بالآخر کتاب ہی آپ کا اوڑھنا بچھونا بن گئی۔

علامہ سید سلیمان ندویؒ کی تربیت میں سب سے بڑا ہاتھ علامہ شبلی نعمانیؒ کا ہے۔ ان کی خاص نگرانی میں مولانا سید سلیمان ندویؒ نے تحقیق و تصنیف کو شعار بنایا، علامہ شبلی ان کی ہر معاملے میں رہنمائی فرماتے۔ شاگرد نے ان کے سایۂ عاطفت میں بڑی بھاری علمی و ادبی کام کئے اور تھوڑے ہی دنوں میں ان کا شمار ملک کے چوٹی کے علماء میں ہونے لگا، یہی تو وہ دور ہے کہ جس کی بنا پر کہا گیا کہ استاد و شاگرد میں زیادہ خوش نصیب و قابل مبارکباد کون ہے۔ آیا علامہ شبلیؒ سید سلیمان جیسا شاگرد پانے پر یا مولانا سید سلیمان ندویؒ علامہ شبلی جیسا کامل فن استاد ملنے پر۔

ساٹھ سال تک آپ نے اس بحر زخار سے سیرابی حاصل کی اور اپنے ظرف وسیع کو خوب خوب بھرا، پھر آٹھویں سال ہی میں مدتوں ہو کر تھوڑے سے دنوں تک اور علمی کے فرزندوں کو فیض پہنچایا۔ کیونکہ پہلا حق تو انہیں کا ہوتا ہے۔ اس کے بعد ندوہ کے پیغام اور اس کے مقاصد کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کی غرض سے اس احاطہ سے نکل کر دنیا کی وادی پر خار میں قدم رکھا۔ آپ کے قلم اعجاز سے قرآن، حدیث، تاریخ، جغرافیہ، سیرت، لغت و ادب و شاعری ہر ایک کی خدمت ہوئی ہے۔ اس طویل زندگی میں آپ سلیمان ندوی کے سامنے اپنے گوناگوں جلوؤں کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ کبھی بحیثیت معلم دکھائی دیتے ہیں تو کبھی خلافت کمیٹی و جمعیۃ العلماء کے جلسہ کی کرسی صدارت پر رونق افروز ہوتے ہیں۔ کبھی خلافت وفد کے ساتھ انگلستان کا سفر کرتے ہیں تو کبھی روحانیت کی اپنے نسخۂ شفا سے بیمار و مردہ دلوں کو شفا دیتے ہیں۔

وہ ۲۲ نومبر ۱۹۵۳ء کو دارالعلوم ندوۃ العلماء کے صدف کا وہ جوہر لعل گراں مایہ، چمنستان علم و فن کا گل تازہ، آسمان فضل و کمال کا کوکب درخشاں، ایک جہان معانی، ایک کائنات دانش، ایک دائرۂ معلومات اس عالم فانی سے اس عالم جاودانی ہوا، اور اپنے پیچھے ساری دنیا کو غم زدہ و سوگوار چھوڑ گیا۔ بزم کائنات سونی ہو گئی۔

رفتی و از رفتن من عالمے تاریک شد
من مگر شمعم چوں رفتم بزم برہم ساختم

آپ کی وفات حسرت آیات سے صرف ایک جان کا نقصان نہیں ہوا بلکہ موت العالِم موت العالَم کے مصداق یہ ایک جہان کی وفات تھی ؎

وما کان قیس ھلکہ ھلک واحد
ولکنہ بنیان قوم تہدما

جانے والے نے اپنی تصنیفات علمیہ، حقائق و دقیق نکات، ہمسائیوں اور رموز و معانی کے ایسے نقش و نگار چھوڑے ہیں جو مدتوں باقی رہیں گے۔ ایسی جامع کمالات ہستی صدیوں میں کہیں پیدا ہوتی ہے۔

ہزار سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

تا ز بزم عشق ایک دانائے راز آید بروں

یہ تو آپ کی حیات مبارکہ کی ایک جھلک تھی۔ آئیے آپ کے اصل کارنامہ سیرت نبویؐ پر ایک نگاہ ڈالیں جس کے بغیر گفتگو تشنۂ تکمیل رہ جائے گی۔

علامہ شبلیؒ نے مرض الموت میں جو وصیت اپنے محبوب شاگرد کو جس وقت فرمائی تھی وہ بتا چکے ہیں کہ مشفق استاد نے شاگرد کا ہاتھ پکڑ کر سیرت کی تکمیل کا وعدہ لیا اور سیرت جیسی مبارک خدمت جو ادھوری رہ گئی تھی اس کی تکمیل کا بار ان کے کندھوں پر ڈالا، سعادت مند شاگرد نے اس کو کمال خوش اسلوبی سے نباہ کیا۔

آپ اپنے مشفق و ناصح مربی کی وفات سے بہت متاثر ہوئے، جس کا اظہار اپنے مشہور مرثیہ نوحۂ استاد میں کیا ہے۔ جس کا مطلع ہے ؎

اے متاع عزت چلیلین کے پچھلے کارواں
آہ وہ بھی مٹ گیا باقی جو تھا تیرا نشاں

استاد کی وفات کے بعد ان کے جانے ہوئے خاکہ دارالمصنفین میں رنگ بھرا اور اپنی ساری توجہ سیرت کی جمع و ترتیب میں صرف کر دی۔ پچیس برس کی سخت جانفشانی و کوشش کے بعد آپ نے یہ کام پورا کیا۔

سب سے پہلے ۱۹۲۲ء میں سیرۃ النبیؐ کی تیسری جلد چھپ کر منظر عام پر آئی جو آپ کی پہلی کتاب ہے۔ اس سے قبل کی دو جلدیں استاذ محترم علامہ شبلیؒ کی لکھی ہوئی ہیں۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ نے اس حصہ میں معجزہ کی حقیقت، اس کے امکان و وقوع پر فلسفۂ قدیم، علم کلام، فلسفۂ جدید اور قرآن مجید کے نقطۂ نظر سے مبسوط تبصرہ کیا ہے۔ اس کے بعد کتاب کا دوسرا حصہ، عالم رویا، معراج اور شق صدر کا بیان ہے۔ اس کی ترتیب، واقعات کی تحقیق و تلاش، اصل ماخذ کی جستجو، تحقیق میں جس محنت و کاوش اور دیدہ ریزی سے کام لیا گیا ہے، یہ سب کچھ انہیں کا حصہ ہے۔

معجزات کے بارے میں جتنے بھی افراط و تفریط کے نظریات پائے جاتے تھے سب کو رد کر کے اصل حقیقت کو بے نقاب کیا اور شکوک و اوہام کے پرخچے اڑا دیئے۔ اگر یہ کہوں تو بیجا اور مبالغہ نہیں ہوگا کہ معجزات انبیاء سابقین اور معجزات نبویؐ پر قرآن کے دلائل کا اتنا انبار، فکر و استدلال کا ایسا مرقع اور صحیح روایات کا اتنا بڑا ذخیرہ کسی اور زبان میں موجود نہیں۔

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

پھر ۱۹۲۶ء میں علامہ کی مشہور تصنیف سیرۃ النبیؐ کی جلد چہارم شائع ہوئی۔ اس میں آپ نے یہ دکھایا ہے کہ بعثت محمدیؐ کے ذریعے کس عظیم الشان اصلاح کا فرض انجام دیا ہے۔ اس میں آپ نے اسلامی عقائد پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اس کی اشاعت سے دارالمصنفین اور خود مصنف کی شہرت کو چار چاند لگ گئے۔

پھر تین سال کے وقفہ کے بعد پانچویں جلد منظر عام پر آئی۔ اس کا موضوع عبادات ہے۔ اس میں آپ نے اسرار و حکم کے لعل و گہر بکھیرے ہیں، اس سے اس کا علمی پایہ اور بھی بلند ہوا۔

۱۹۳۲ء میں سیرۃ النبیؐ کی چھٹی اور آخری جلد شائع ہوئی جس میں اسلام کی اخلاقی تعلیمات کی تفصیل بیان ہوئی ہے۔ حقوق العباد، معاشرت، معاملات میں اسلامی اور دیگر مذاہب کے قوانین کا موازنہ کیا ہے، اور اسلام کے اعلیٰ اخلاقی و انسانی کمالات کی تشریح بھی خوب خوب داد تحقیق دی ہے۔

علامہ سید سلیمان ندویؒ نے تکملہ و تتمہ کے ساتھ سیرت کا ذخیرہ تیار کیا ہے اور اس کی تدوین میں ... خیالات پر تنقید کی ... تاریخ میں ... کا اعتراف کرنے کے ... دیئے پر مجبور ہوئے کہ سیرت ... کی ... ہونی چاہئے ... ہے، ... روایات کی ... جو ... کی ... ہیں ... کے جواب ...

تحریر: میجر جنرل کمال عبدالحمید
تلخیص و ترجمہ: محمد عمیر الصدیق دریابادی

بحر ہند — مستقبل کا میدانِ جنگ

اس وقت دنیا کی نگاہیں مشرق وسطیٰ میں حالات کو معمول پر لانے والی کوششوں پر لگی ہوئی ہیں۔ مصری ماہرین اور منصوبہ ساز بھی مجبور ہیں کہ اس خطہ کا جائزہ لیں جس کو حالیہ عرب اسرائیل جنگ نے خطرے سے دوچار کیا ہے اور خاص طور پر جبکہ صورت حال میں سب سے اہم عنصر طاقتور بحری بیڑے ہیں جس نے اپنے حق میں تیزی سے کام کر کے ساری دنیا کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔

لیکن اب تصادم کے میدان [illegible] کی نظر میں [illegible] اور فوجی طاقتوں ہی کے لیے محدود نہیں بلکہ اب میدان ان سے بہت بڑے بحری بیڑوں، کھلے اور بند سمندروں، بلکہ خشکی کی وسیع وسعتوں میں منتقل ہو گئے ہیں ۔۔۔ اور اب جبکہ [illegible] اسرائیل کے لئے "باب المندب" کی ناکہ بندی کر دی ہے۔ بحر ہند اپنی [illegible] اہم پوزیشن کے لحاظ سے تیز تر سرگرمیوں کا مرکز بنتا جا رہا ہے اور کسی بھی وقت وہ "گرم علاقہ" میں تبدیل ہو سکتا ہے اور ان امکانات کے پیش نظر امریکی سفارتی سرگرمیاں [illegible] امریکی روسی معاہدہ کسی بھی وقت ناکامی کا منہ دیکھ سکتا ہے۔ امریکی بحری بیڑہ بحر ہند کی جانب رواں دواں ہے۔

"باب المندب" کی ناکہ بندی وہ چیز تھی جس نے بڑے بڑے سیاسی بازیگروں کو اس بات پر مجبور کر دیا کہ وہ کسی بھی طرح سینا اور گولان میں جنگ بند کرائیں لیکن امریکی حکومت اس "بیڑے" والی بات سے بھی زیادہ اس بات کی آرزومند تھی کہ جنگ اور جنوبی بحر احمر میں ناکہ بندی ختم [illegible] اس کے جہازوں اور بحری بیڑوں کو ایک بار پھر اسرائیل جانے کی سہولتیں فراہم ہو جائیں، اور اب ناکہ بندی کے طول کھینچ جانے کی صورت میں اسرائیل کی فوجی اور اقتصادی امداد کے لئے کوئی بڑی پل [illegible] قائم کرنا پڑے جیسا کہ ابھی حالیہ جنگ میں [illegible] کے ذریعہ اسرائیل کو مسلسل فوجی اور اقتصادی امداد سے بھر دیا۔

مطلب یہ کہ "باب المندب" کی ناکہ بندی امریکہ کے لئے ایک [illegible] ثابت ہوئی ہے اور یہیں یہ بات خود بخود ظاہر ہو جاتی ہے کہ امریکہ کسی ایسے حل پر [illegible] جو عرب قائدین کے لئے قابل قبول ہو اور [illegible] کی صورت اختیار کر لے۔

روس کا اس مسئلہ میں [illegible] فطری بات تھی [illegible] روس کے لئے پہلے سے تیار [illegible] امریکی اور روسی کشمکش [illegible] جنوب اور مشرق قریب میں موجود [illegible] اڈوں کی [illegible] کے [illegible] جنگ بحر ہند پر منتقل ہو گئے [illegible] شاید [illegible] تنگ [illegible] رنگوں اور [illegible] شکلوں میں سامنے آنے لگی [illegible] اسرائیل کے ساتھ ہی نہیں ساری دنیا سے متعلق تھا [illegible] صورت میں [illegible] سیاسی، اقتصادی [illegible] اور [illegible] منصوبوں [illegible] کرنے لگی۔

نہر سویز
[illegible] کے بعد [illegible]

کو دوبارہ کھولنے کا مسئلہ تھا۔ اس سلسلہ میں سویز کی صفائی کے لئے امریکی و برطانوی ماہرین کی موجودگی کے باوجود روس کا بھی اشتراک کے لئے بے قرار ہونا، نہر سویز کے کھلنے کے لئے ان کے شوق و خواہش کی بین دلیل ہے جو ظاہر ہے کہ [illegible] تک پہنچنے کا واحد مختصر ترین راستہ ہے ۔۔۔ یہ بھی خوب معلوم ہے کہ روس ۱۹۶۷ء کے بعد ویتنام اور [illegible] کی جنگ بلکہ جنوبی عرب سے برطانوی فوجوں کے انخلاء کے بعد بلکہ اس تیسری دنیا سے اقتصادی اور ثقافتی روابط کی [illegible] کے بعد کہ اکثر و بیشتر افریقہ اور ایشیا کے ممالک پر مشتمل ہے اور [illegible] آپ کو [illegible] ممالک میں شامل کرتی ہے اور جس نے [illegible] برسوں برداشت کی ہے اور جو اس وقت دنیا میں [illegible] سب سے زیادہ [illegible] ہے کہ اسے اپنی زمین پر پورا اختیار ہو اور وہ بڑی طاقتوں کی کشمکش کے احتمالوں سے بھی دور رہے۔ [illegible] ایک بحری طاقت کی صورت میں رواں دواں ہوا۔ چنانچہ سری لنکا کی وزیر اعظم مسز بندرا نائکے نے پہلی بار بحر ہند کو ایک غیر جانبدار علاقہ رکھنے پر اس وقت زور دیا جبکہ روسی بحری بیڑہ کی آمد میں اضافہ ہوا اور [illegible] ویتنام میں موجود امریکی فوجوں کی طاقت میں [illegible] امریکی بحری بیڑہ کو تیز رفتار [illegible] انہوں نے محسوس کیا۔

ویتنام کی جنگ اور [illegible] کے بعد [illegible] کے بعد جس نے چین کو جنوبی سمندر پر [illegible] دی [illegible] اور جس سے جنوبی ایشیا میں [illegible] امریکی [illegible] کے وجود کے لئے خطرہ پیدا ہو گیا ہے وہ [illegible] بحر ہند ابھر کر سامنے آگیا۔ اور انہیں خطرات کے پیش نظر امریکہ نے [illegible] ویتنام کی جنگ میں [illegible] تاکہ وہ شمال سے آنے والے کمیونسٹ سیلاب کو روک سکے۔ اور اسی لئے امریکہ نے [illegible] آسٹریلیا جیسے عظیم [illegible] اڈوں کو قائم کیا تاکہ [illegible] ممالک اور ان کے ٹھکانوں کو [illegible] حاصل رہے۔ [illegible] کے نتیجہ میں روس کا رد عمل فطری تھا اور اسی رد عمل نے روس [illegible] کو سمندر سے متصل ترقی پذیر ممالک سے [illegible] قائم کرنے پر مجبور کر دیا خاص طور سے صومالیہ، جنوبی یمن اور تنزانیہ۔

چپقلش: [illegible] دونوں کو [illegible] اپنے مرکز [illegible] برطانیہ سے ایک "مشترکہ دفاعی تعاون" معاہدہ کیا جس کی رو سے امریکہ کو بحر ہند کے جنوب میں واقع ایک چھوٹے سے جزیرہ "ڈیگو گارشیا" میں خاص ہوائی اڈے اور بندرگاہ [illegible] دونوں حکومتوں میں [illegible] برطانیہ اپنی ساری طاقتوں سمیت [illegible] تھا ساتھ ہی مشرقی و جنوبی افریقہ میں [illegible]

[illegible]

بحریہ کے دستے اس علاقہ میں بڑھتے گئے یہاں تک کہ ۱۹۶۷ء میں سویز بند ہو جانے کے بعد ان کی تعداد میں کمی ہوئی۔ حالات یہی تھے کہ عراق و روس میں فوجی معاہدہ ہوا اور خلیج عرب کے علاقہ میں [illegible] کا اندیشہ بڑھ گیا، اس خطرے نے سینٹو ممالک کو جس میں ایران بھی شامل تھا بیدار کر دیا۔ یہ خطرہ اس وقت دوچند ہو گیا جب نہر سویز کے دوبارہ کھلنے کے بعد روسی بحری بیڑوں کو بالخصوص [illegible] آمد و رفت کی زیادہ سہولتیں فراہم ہو گئیں [illegible] مطلب تھا کہ روسی وجود بحر ہند کے [illegible] زیادہ خطرناک ہو گیا تھا۔ اس طرح امریکی کوششوں میں ایک [illegible] تاکہ سٹراٹیجی [illegible] امریکہ کے حق میں [illegible]

اسی لئے واشنگٹن [illegible] امریکی بحریہ کو [illegible] ہوئیں۔ [illegible] ڈالر کی رقم [illegible] امریکی حکومت نے [illegible] جزیرہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

مسلم رفاہی سوسائٹی اتر پردیش (رجسٹرڈ)

ایک مختصر تعارف

اپنی بقا اور ترقی کیلئے اس قسم کے تعمیری کام ہر شہر اور ہر قصبہ میں شروع کیجئے

حالات و محرکات: اور ہا خبر امت مسلمہ کے لئے امتحان و آزمائش کا دور ہے۔ اس وقت ملت کو مختلف مسائل کا سامنا ہے۔ اور ہر مسئلہ اپنی جگہ پر خاص اہمیت رکھتا ہے۔ ان میں کچھ مسائل وقتی اور ہنگامی نوعیت کے ہیں جن سے نپٹنے کے لئے بھی شاید وقتی اور ہنگامی کوششیں درکار ہیں اور کرنے والے کچھ کر بھی رہے ہیں۔ جہاں تک مسلمانوں میں ذہنی اور اخلاقی بیداری پیدا کرنے کی کوششوں کا تعلق ہے [illegible]

[illegible]

مہاجنوں اور سرمایہ داروں کا آلہ کار بن کر مسلمانوں کو چوسنے کا ذریعہ بنے ہیں۔ وقت کے اس اہم تقاضے کو سامنے رکھ کر نہایت غور و خوض اور باہمی مشوروں کے بعد ایک ایسی تنظیم کی تشکیل ہوئی ہے جو ملت کی اقتصادی و معاشی بدحالی کو دور کرنے کے ساتھ سماجی و معاشرتی اصلاح کے لئے کوشاں ہوگی۔ اس تنظیم کا نام "مسلم رفاہی سوسائٹی اتر پردیش" تجویز ہوا ہے اور اس کے مندرجہ ذیل مقاصد متعین کئے گئے ہیں۔

اغراض و مقاصد: (۱) مسلمانوں میں علمی و اخلاقی معیار بلند کرنے باہمی میل اور محبت اور اخوت اسلامی کو پیدا کرنے اور اسلامی معاشرت کو فروغ دینے کے لئے حسب ضرورت اقدامات کرنا (۲) مسلمانوں کی اقتصادی تعمیر و ترقی و معاشی خوشحالی کے لئے عملی تدابیر اختیار کرنا (۳) مسلمانوں [illegible]

مسلم رفاہی سوسائٹی چاہتی ہے!

★ کہ مسلمان سود کے جنجال اور آخرت میں اس کے وبال اور عذاب سے نجات پائیں۔

★ مہاجنوں کی محتاجی اور ذلت و افلاس کی زندگی ترک کرکے خود دار، باعزت اور باعزت روزی کی زندگی اختیار کریں۔

★ اپنی گھریلو معاشرت اور زندگی اسلامی اصولوں کے مطابق بنائیں۔

★ دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے اور ان کا منہ تکنے کے بجائے اپنے مسائل خود حل کریں۔ اور ایسی صنعتوں اور تجارتوں کو فروغ دیں جن سے بے روزگاری اور پریشان حالی کا خاتمہ ہو۔

★ اسراف اور فضول خرچی والا روپیہ مفید تعمیری کاموں میں لگائیں اور زکوٰۃ اور عشر کا باقاعدہ نظام قائم کریں۔

شعبہ جات:

شعبۂ اصلاح و تربیت، شعبۂ بچت و قرض، شعبۂ بیت المال، شعبۂ تجارت، صنعت و حرفت، شعبۂ تعلیم۔

عملی پروگرام — سوسائٹی کے شعبہ جات:

— سوسائٹی کے اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لئے فی الحال مندرجہ ذیل شعبہ جات کا قیام عمل میں لایا جائے گا۔

(الف) شعبۂ اصلاح و تربیت: اس شعبہ کی نگرانی میں [illegible] بچوں کے تعلیمی میلے اور مختلف تحریری و تقریری مقابلوں کے جلسوں کا قیام عمل میں لایا جائے گا۔

(ب) شعبۂ امانت، بچت و قرض: اس شعبہ کے ذریعہ لوگوں اور پس انداز رقومات کو محفوظ رکھنا، وقت ضرورت ان کو واپس کرنا اور قرض دینے کی اسکیم قائم کرنا ہوگا۔

(ج) شعبۂ تجارت، صنعت و حرفت: مسلمانوں کو جدید ترین تجارتی و صنعتی معلومات فراہم کرنا اور تجارتی و صنعتی اداروں کے قیام میں مدد دینا۔

(د) شعبۂ بیت المال: زکوٰۃ و عشر وغیرہ کی تحصیل اور انہیں مستحقین میں تقسیم کرنے کا مناسب و موثر انتظام کرنا۔

ہمارے بنیادی اصول

(۱) وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔

ترجمہ: اور آپس میں مدد کرو نیک کام پر اور پرہیزگاری پر اور مدد نہ کرو گناہ پر اور ظلم پر۔ (سورۂ مائدہ)

(۲) خاموشی، سیاست سے دوری، مستقل مزاجی اور خلوص کے ساتھ منظم اور مسلسل [illegible]۔

آپ کا عملی تعاون —

— کیوں اور کیسے؟

۱۔ مدنی اور غیر مدنی کھاتوں میں اپنی رقوم جمع کرائیے۔ آپ کی رقم محفوظ رہے گی۔ اور وقت ضرورت فوراً و بہ آسانی واپس مل جائے گی۔ [illegible] اور مذکورہ مقاصد کی تکمیل کے لئے کام میں لائی جائیں گی۔

۲۔ بچت اسکیم میں روزانہ، ماہانہ یا سالانہ کچھ رقم جمع کراتے رہئے۔ تاکہ وقت ضرورت مثلاً لڑکی کی شادی، بچوں کی اعلیٰ تعلیم، زمین، مکان، سائیکل، رکشا اور مشین وغیرہ کی خرید اور تجارتی مال کی خریداری کے لئے رقم نکال سکیں۔ اگر ضرورت پڑی تو سوسائٹی ان مقاصد پر قرض بلا سود بھی دے سکتی ہے۔

۳۔ اپنی زکوٰۃ، عشر اور صدقات وغیرہ کا ایک حصہ سوسائٹی کو [illegible]

[illegible]

میں سادگی اور کفایت شعاری کی عادت پیدا کرنا اور تعاون باہمی اور اپنی مدد آپ کرنے کی اسپرٹ کو فروغ دینا۔ (۴) بچت کی عادت پیدا کرنے کے لئے امدادی ادارے قائم کرنا جن سے مسلمان اپنی سہولت کے لحاظ سے رقوم جمع کر سکیں اور وقت ضرورت [illegible]

[illegible]

[illegible]

محمد علی [illegible]

[illegible]

بقیہ صفحہ ۲ علامہ سید سلیمان ندوی اور سیرت نبوی

نقطۂ نظر سے ان کی تشفی کا کوئی سامان ہو۔ اس لحاظ سے یہ پہلی کتاب ہے اور اپنی مثال آپ ہے۔

یہ کتاب صرف حیات نبوی کا تذکرہ ہی نہیں بلکہ اسلامی عقائد و عبادات، معاملات اور اخلاق کا ایک مرقع ہے۔ اس میں روایات کے رد و قبول میں بڑی احتیاط ملحوظ رکھی گئی ہے اور اس کی تحقیق میں نقد و جرح اور درایت و روایت کے تمام معیارات اور تحقیقی اصولوں کو کام میں لایا گیا ہے۔

سیرت النبی کا کھیل میں اسلام اور آنحضرت پر ان تمام اعتراضات کو پیش نظر رکھا ہے جو مخالفین کرتے ہیں اور مناظرے، بحث و مباحثے اور اعتراض و جواب کا جو طریقہ اختیار کرنے کے بجائے نفس واقعہ کو محققانہ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں اعتراض کے بچنے کی خاطر کسی واقعہ کا انکار نہیں کیا گیا ہے اور نہ واقعہ کی غلط تاویل کی گئی ہے بلکہ اعتراضات پر محققانہ نگاہ ڈال کر جو اعتراضات بسبب غلط فہمی یا قصداً پیدا ہوئے ان کی غلط فہمی کا ازالہ کیا گیا ہے۔ اور تصویر کے غلط رخ کی صحیح تصویر کھینچی گئی ہے۔ کسی مسئلہ میں صحیح اسلامی نقطۂ نظر سے سرمو انحراف نہیں کیا گیا ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کی بنیاد قرآن پر ہے یا پھر صحیح و مستند احادیث پر۔

اسلام جو ایک مکمل نظام زندگی ہے اور جس کے دائرہ سے انسانی زندگی کا کوئی شعبہ باہر نہیں ہے اور اس کی تعلیمات تمام دینی و دنیوی اور مادی و روحانی ضروریات پر حاوی ہیں۔ سیرۃ النبی میں اسلام کی اسی جامعیت و کاملیت اور اس کی تعلیمات کے اسرار و مصالح کو اس طرح دکھایا گیا ہے کہ گزشتہ تمام مذاہب پر اسلام کا امتیاز نمایاں ہو جاتا ہے اور یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ انسانیت کی فلاح و سعادت کا آخری جامع و کامل اور عالمگیر مذہب اسلام ہی ہے۔ اس لحاظ سے سیرۃ النبی حقیقت میں اسلام کی پوری انسائیکلوپیڈیا ہے جس میں اس کے سارے خد و خال نمایاں ہیں۔ مختصر یہ کہ سیرۃ النبی سید صاحب کا وہ شاہکار ہے جو مصنف کے لئے مستند اور اعتماد کے لئے مصنف نے جس ادارہ سے کسب فیض کیا، ندوۃ العلماء کیلئے اور دوسرے ہندوستانی بلکہ سارے عالم کے مسلمانوں کے لئے کیونکہ آپ نے منصوبہ و نقشہ تیار کیا اور تعلیمات سیرت کی تحقیق و تفتیش کے مقدس فرض کو دنیا کے لئے پیش کر دیا ہے۔ یہ سارا عالم ہے۔ اگر کچھ ہے تو ندوۃ العلماء کے اس فرزند نے پورا کیا۔ اس لحاظ سے اگر ندوہ کے قیام کا ما حصل صرف علامہ سید سلیمان ندوی ہی ہوتے تو بھی یہ تحریک اپنے مقصد میں کامیاب کہی جاتی۔

سیرت نبوی، علم و نظر کی وسعت، تحقیق و تنقید، دیدہ وری، نکتہ سنجی، زبان کی دلنشینی اور اسلامی تعلیمات کی صحیح اور حکیمانہ تعبیر و ترجمانی کا ایسا گنجینہ ہے اور جس میں مصنف کے علمی کمالات کے ایسے گوناگوں جلوے ہیں کہ اس کا احاطہ چند صفحات میں ممکن نہیں۔

دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر — ما ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم

بقیہ صفحہ بحر ہند — مستقبل کا میدان جنگ

جزیرہ کی اہمیت: اس لئے اب امریکہ کے سامنے کوئی ایسا ایجابی عمل نہیں ہے جیسے وہ اس علاقہ میں اپنے خاص انداز سے کر دکھائے سوائے اس کے کہ وہ اس بوشی تعیب یا بنیب جزیرہ کے مناقع میں برطانیہ کا ساجھی بن جائے۔ اس لئے کہ یہ جزیرہ بحر ہند کے بالکل درمیان میں ہیٹو اور سینٹو اڈوں میں مناسب ترین اور اہم ترین اڈہ ہے اور جس سے فی الوقت روسی بیڑے کی نقل و حرکت پر پوری نگرانی اور جاسوسی کی جا سکتی ہے۔ مزید برآں روس کا بڑھتا ہوا بحری اثر و رسوخ کو روکنے کا پہلا قدم ہے لیکن اسکے بعد کب بحر ہند مشرق اوسط جنوبی ایشیا، مشرقی افریقہ اور اسٹریلیا وغیرہ کیا رخ اختیار کرینگے، ابھی کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔

> **قارئین تعویذ سے جیسے** — ادارہ ... کو ... بیمار ہو گیا تھا اور ... والوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا ... خطرہ میں گیا ... رکھا ہوا ہے۔ زیر نظر ... آج ۱۸ مارچ ... یہ جارہا ہے ... جائیگا ... کی وجہ ہے۔

ایک نیلا سب نیا در کیجئے!

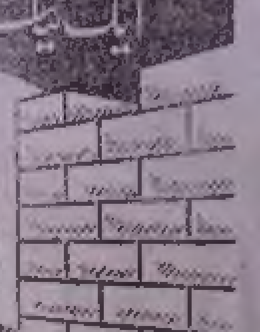

حبّ اللحم خاص

قبل از وقت کمزوریوں اور تھکن سے بہت مستند نوجوانوں کے لئے بہترین تحفہ ہے۔ تازہ پھلوں قیمتی دواؤں اور بہترین غذاؤں سے جدید طریقہ پر تیار کیا جاتا ہے

دواخانہ طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

اسلام کا اخلاقی نظام — زندگی کے تمام گوشوں پر حاوی ہے۔

افتخار احمد

اخلاق کے کیا معنی ہیں؟ جاہلیت میں اخلاق کے کیا معنی تھے؟ یونانی و دیگر قوموں کا اخلاق کے بارے میں تصور کیسا تھا؟ اسلام اخلاق کو کس مفہوم میں استعمال کرتا ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کا جواب تفصیل طلب ہے۔

اخلاق عربی زبان میں محض اچھے مفہوم میں مستعمل نہیں ہوتا جیسا ہماری اردو زبان میں ہے۔ اخلاق کو عربی لغت کی رو سے اخلاق حسنہ و اخلاق سیئہ دونوں سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، لیکن اخلاق کا اطلاق عام طور پر اخلاق حسنہ پر کیا جاتا ہے۔ اسلام کے اخلاقی نظام پر بحث کرنے اور اسکے مختلف گوشے سامنے لانے سے پہلے اسلام میں اخلاق کا مفہوم متعین کر لینا ضروری ہے۔

اخلاق کو اگر ہم صرف اچھی عادات و خصائل کا نام دیں، تو یہ تعبیر صحیح نہیں۔ جس طرح اس کو امتیازی خصوصیات کا نام دیں تو بھی مفہوم صحیح طور سے ادا نہیں ہوتا۔ اگر اخلاق کو حسن معاشرت اور حسن طبیعت کا نام دیں تو اخلاق کی وسعتوں کو محدود کر دینے سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اگر ہم یہ کہیں کہ اخلاق ایک ایسا جامع لفظ ہے جس میں سیاست و تمدن، معاشرت و معاملات، خوبی و کمالات، بلند نظری و کشادہ دلی اور مساوات و اخوت کے سارے پہلو ہیں تو اخلاق کی ہمہ گیر وسعتوں کو سمیٹنا ممکن ہوگا۔

کائنات میں جتنی اشیاء بھی موجود ہیں، سب کسی نہ کسی وصف سے متصف ہیں، یہی وصف ان کی تعریف، ان کی ذات کی تشریح اور ان کے حقیقی مقاصد کو سمجھنے میں معاون ہوتی ہے۔

انسان چار عناصر سے وجود میں آیا۔ یہ مٹی اس کا جوہر اعظم ہے۔ آگ، پانی اور ہوا اس کے باقی اجزاء ہیں۔ یہی وہ چار عناصر ہیں جن سے انسان تیار کیا گیا ہے اور ایک پانچواں عنصر جسے ہم روح کہتے ہیں، کہ روح کی طرح زندہ اور وجود کی طرح یہ بھی انسانی ترکیب اور قوام کا ہے۔

جس طرح ان چاروں عناصر کے امتزاج سے ایک ہیئت جسمانی اور شکل انسانی تیار ہوتی ہے اسی طرح ان عناصر میں جو انسانی فطرت میں ایک خاص تناسب کے ساتھ ودیعت کئے گئے ہیں۔ وہ قوت بہیمیت اور قوت ملکیت ہیں۔ یہ دونوں عناصر اپنے اپنے طور پر جس طرح اخلاط میں اعتدال، نقص و زیادتی اور توازن اور عدم توازن پایا جاتا ہے اور جس طرح اخلاط کا توازن صحت کا سبب ہوتا ہے، اسی طرح انسانی فطرت کا توازن و اعتدال اخلاق کہلاتا ہے۔ عربی میں حضرت جانتے ہیں کہ خلق کے معنی عربی میں فطرت ہی ہیں جو اردو میں اخلاق کہے گئے ہیں۔

حضور سرور کائنات، محسن انسانیت کی عملی زندگی اخلاق عظیمہ کا پروانہ بارگاہ رب العزت سے ملا اور اخلاق کی عظمت کا مژدہ آپ ہی کی زبان مبارک سے پورے عالم کو سنایا گیا، ان کی عملی زندگی کتنی پاکیزہ اور کتنی بلند تھی، تصور سے بھی فروں تر ہے وہ نظارا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی ہمارے لئے کامل نمونہ ہے اب ہمیں کسی نئے ماخذ کی ضرورت نہیں۔ اسلام کے اخلاقی نظام میں کلیدی حیثیت خدا کی کامل اطاعت، مکمل سپردگی، حضور کی مکمل اتباع کو حاصل ہے۔ اس اخلاقی نظام کی بنیاد تزکیۂ نفس، اصلاح باطن اور اصلاح ظاہر ہے۔ انسانی زندگی میں جب بھی شر و فساد ہوتا ہے تو آپ دیکھیں گے کہ اسکے پیچھے نفسانیت ہوتی ہے۔ اسلام دین فطرت ہے اس کا ہر حکم فطرت کے عین مطابق ہوتا ہے۔ اخلاق اگرچہ کل زندگی پر حاوی ہیں لیکن پھر بھی اسلام کا ایک جزو بھی ہیں۔

اخلاق کی ہمہ گیری و وسعت میں معاشرت و معاملات اور تمدن کا خوبصورت گلدستہ بھی نظر آتا ہے۔ خلیفہ و رعایا کے تعلقات و آداب، امور سیاست و نظام کے آداب اور ان سے معاملات، ماں باپ، دوستوں، پڑوسیوں، اجنبیوں، رشتہ داروں، بڑوں اور چھوٹوں، مزدوروں، نوکروں کی کون سی قسم ہے جن کے بارے میں اسلام نے اخلاقی حدود متعین نہ کئے ہوں۔

اسلامی اخلاق یہ نہیں سکھاتا ہے کہ ہم بڑوں سے تواضع سے پیش آئیں، خلیفہ و حکام کی اسلامی احکام میں اطاعت کریں، بڑے بوڑھوں سے خندہ پیشانی سے ملیں، ماں باپ کی خدمت کریں، ان کو جھڑکیں نہیں، اُف تک نہ کہیں، چھوٹوں پر شفقت کریں، ... کے حقوق ادا کریں، اس پر زیادتی نہ کریں، پڑوسیوں کے حقوق کی ادائیگی کریں۔ مہمان کا بہتر سلوک کریں، عہد کو وفا کریں، ... نہ کریں، انتہا پسندانہ طرز کا ... نہ ہیں۔

غرضیکہ اسلامی اخلاق زندگی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہے اور ہر گوشہ میں مکمل رہنمائی کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

صحابیٔ رسولؐ

حضرت خزیمہؓ کے ایمان کی ایک جھلک

"نگاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را"

از انوار احمد اعظمی متعلم فاضل ندوۃ العلماء

اسم گرامی خزیمہ اور آپ کی کنیت ابو عمارہ تھی۔ والد ماجد کا نام ثابت بن فاکہ۔ والدہ ماجدہ کا نام کبشہ بنت اوس تھا اور آپ کی کنیت ابو عمارہ تھی۔ حضرت خزیمہ نسبًا انصاری تھے اور قبیلۂ اوس جو ایک مشہور و معروف قبیلہ ہے اسی سے تعلق رکھتے تھے۔

آپ کی شخصیت اور شہادت:

[illegible] آپ ان [illegible] صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے اسلام کے زریں طریقوں کو اپنے گلے میں اس وقت ڈالا تھا جبکہ اسلام کا آفتاب چرخ ایک جھلملاتے ہوئے چراغ کے مثل تھا اور دوسری جانب باطل کی تمام تر قوتیں اور اس کی ساری توانائیاں باد صرصر بنکر اسے گل کرنے اور بجھانے میں پوری طرح مصروف و مشغول تھیں جسکو قرآن کریم نے اس انداز میں بیان فرمایا ہے۔

یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔ جنگ بدر اور اس کے بعد کی جتنی معرکہ آرائیاں اور غزوات ہوئے آپ ان سب میں شریک تھے۔ اور فتح کے روز بنی خطمہ کا جھنڈا آپ کے ہاتھوں میں تھا۔

جنگ جمل اور جنگ صفین جس کا وقوع حضرت علیؓ کے [illegible] میں ہوا تھا آپ ان دونوں جنگوں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ شریک جنگ تھے۔ تاریخ اس کا پتہ دیتی ہے کہ دونوں طرف حضرات صحابہ کے ہم مقابل ہونے کی وجہ سے [illegible] آپ کسی طرف سے بھی شریک جنگ نہ تھے۔ جب اس بات کی [illegible] [illegible] [illegible] حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اطلاع حضرت خزیمہؓ کو معلوم ہوئی تو حضرت خزیمہؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ارشاد [illegible] [illegible] [illegible] کے لسان نبوت [illegible] فرمایا تھا [illegible] [illegible] تقتلک الفئۃ الباغیۃ۔ یعنی [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کی تلاش میں اپنے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] جام شہادت نوش فرما کر حضرت عمار بن یاسرؓ سے جا ملے۔ [illegible] حضرت خزیمہؓ کی [illegible] [illegible] شہادت کے وقت [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کی تفصیل [illegible]

حضرت خزیمہؓ کی گواہی کا واقعہ:

یوں تو حضرات صحابہؓ کے ایسے بیشمار واقعات اور انکے ایمان و یقین سے متعلق بڑے سے بڑے کارنامے عالم وجود میں آئے جو آج کی مادہ پرستی اور عقلی دنیا کے لئے باعث استعجاب و حیرت اور انکے فہم و ادراک اور انکے عقل کی سطح سے بالاتر ہیں مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بات بھی ذہن نشین کرنے کے قابل ہے کہ صحابہ کی ہر نقل و حرکت اور ان کی کل کی کل ادائیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت میں اور تقلید و اتباع میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ وہ آپ پر گھر بار جان و مال ہر طرح سے نثار و قربان تھے لہذا ایسے فریفتہ اور جانثاروں سے ایسے واقعات کا صادر ہونا کوئی امر مستبعد اور تعجب خیز نہیں ہے۔ کیونکر اہل محبت کی ادائیں سب سے جداگانہ اور سب سے نرالی ہوا کرتی ہیں۔ بقول

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

ان واقعات کی نسبت صحیح طور اور درست نسبت جاں نثار حضرات صحابہؓ کی جانب ہو۔ اس میں شک و شبہ کی [illegible] اور ضعف ایمان کی دلیل ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سواد بن قیس المحاربی نامی ایک اعرابی سے ایک اونٹنی خرید لی اور آپ نے بر وقت اس کی قیمت ادا فرما دی لیکن بعد میں اس اعرابی نے اونٹنی کی بیع سے صاف انکار کر دیا تھا اور خرید کا آپ سے گواہ طلب کرتے ہوئے کہ اگر آپ نے اس کی قیمت ادا فرمادی ہے تو اس کے ثبوت میں کوئی گواہ [illegible] قائم فرمائیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کے متعلق کوئی گواہ نہیں ہے [illegible] [illegible] کے سوا کوئی دوسرا شخص موجود نہ تھا [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] یہ حضرت خزیمہؓ بول اٹھے کہ یا رسول اللہ میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ آپ نے اس اعرابی کی قیمت ادا فرمادی۔ یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کیسے دیدی؟

اس مستفسارانہ سوال کا دلکش جواب جو حضرت خزیمہؓ کے زبان سے نکلا وہ دلوں کی گہرائیوں میں اس طرح جگہ دینے کے قابل ہے جس طرح تاریخ کے اوراق نے اسکی قدر و منزلت کا ثبوت دیتے ہوئے اس جواب کو اپنے سینوں میں محفوظ کر لیا ہے۔ حضرت خزیمہؓ نے جواب میں عرض کیا یا رسول اللہ اس سے بڑی چیز جو ہماری نگاہوں سے اوجھل اور مستور ہیں اور انکے فہم و ادراک تک ہمارے عقل و تصور کی رسائی ناممکن اور محال ہے۔ مگر ان چیزوں اور غیبی امور کی تصدیق اور انکا کامل یقین محض آپ کے ارشاد فرمانے اور خبر دینے سے ہم نے کر لیا ہے۔ تو کیا اس معمولی سے واقعہ میں آپ کے فرمان اور آپکی تصدیق نہ کریں گے۔ حضرت خزیمہؓ کے اس عشق و یقین میں ڈوبے ہوئے جواب نے [illegible] محبت میں ایک تلاطم اور جوش پیدا کر دیا آپ نے اسی وقت ارشاد فرمایا کہ من شھد لہ خزیمۃ او علیہ فحسبہ۔

یہ ہے وہ زریں واقعہ جس میں حضرت خزیمہؓ کے صدق تعلق ایمان و یقین اور انکے وارفتگی و شیفتگی کی ایک جھلک ہے۔ غور فرمائیے کہ حضرت خزیمہؓ کے عشق و یقین میں ڈوبے ہوئے اس جواب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر متاثر کر دیا کہ آپ نے اپنے ارشاد یا لکھے ذریعہ سے انکو شہادت کے اصول و ضوابط سے مستثنیٰ فرما دیا جسکا نتیجہ یہ ہے کہ کسی غیر کے حق میں یا کسی خلاف خزیمہؓ کی شہادت دو شہادتوں کے برابر کافی و وافی ہے۔

ادائے حق محبت عنایتے است ز دوست
وگرنہ عاشق مسکین بہیچ خرسند است

مذکورہ واقعہ اس کی ترجمانی کرتا ہے کہ قرون اولیٰ میں اسلام کی روشنی جبکے قلوب پر پڑی اس نے ان قلوب کے تمام شکوک و شبہات اور تمام وہم و گمان کے خس و خاشاک کو جلا کر خاکستر اور راکھ بنا دیا۔ اور ان قلوب میں سکون و اطمینان [illegible] اعتقاد علم و یقین کی ایک ایسی لازوال دولت بخشی جو بعد میں آنے والوں کے لئے ہرگز نصیب نہیں اسی وجہ سے ان حضرات کی [illegible] ہمارے ہزار رکعت بلکہ لاکھ رکعت نماز سے [illegible] بہتر ہے۔ اور فی سبیل اللہ ان کا ایک مد صدقہ [illegible] سونے کے پہاڑوں کے برابر صدقہ و خیرات سے کہیں فزوں اور بڑھ کر ہے۔ یہ کمال ایمان و یقین کا فرق ہمارے اور ان کے اعمال کے اندر پایا جاتا ہے اور قوت یقین ہی کی وجہ سے ان حضرات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت کی برکت سے وجہ کمال حاصل تھی [illegible] [illegible] [illegible] سے [illegible] [illegible] تھی۔

وقت کا تقاضا

[illegible]

اب وقت ہے اسلام کا [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

خیر قرون کے دور میں مسلمانوں کے اندر جب بھی ان کے ظاہری یا باطنی احوال میں کچھ بھی تغیر اور فرق محسوس ہوا ہے تو بجائے اسکے کہ وہ کسی مادی اور ظاہری اسباب پر اپنی نظر ڈالتے انہوں نے فورًا اپنے ذوات کا اور گرد و پیش کے حالات کا جائزہ لیا ہے انہیں اپنے اس تجزیے میں اس درجہ وثوق اور یقین حاصل ہوتا تھا کہ حالات کی تبدیلی ہمارے بد اعمالی اور طریقۂ نبوی اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترک ہی کا ثمرہ اور نتیجہ ہے اسی لئے وہ پوری بیداری مغزی سے اپنے جزئی جزئی حالات پر نظر ڈالتے اور اس پر غور و خوض فرماتے۔ جب بھی ان کو کسی سنت اور طریقۂ رسول اللہ کے اخذ اور اس پر عمل کرنے میں کوتاہی محسوس ہوئی تبھی ان کو اپنے تغیر حال کی علت اور اس کی بناء قرار دیتے تھے اور پھر ان پوری فکر و کوشش سے اس کوتاہی کے رفع کرنے میں مشغول ہو جاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ چین و سکون کی زندگی اور اطمینان قلب ان کو حاصل تھا۔ آج ہم جن بحرانی اور ناگفتہ بہ حالات سے دوچار ہیں۔ دنیا کی ہر چیز چھین گئی اور سکون لوٹے ہوئے ہے۔ ہر طرف سے مصائب و آلام اور قسم قسم کا عذاب الہٰی ہم پر نازل ہے۔ یہ سب بعید تر وجوہات پر نظر [illegible] واقع ہوتی ہیں۔ مگر صد افسوس ہے کہ اپنے ذاتی اور متعلقین کے ناگفتہ بہ حالات پر توجہ نہیں ہوتی ہے۔ آج عالم یہ ہے کہ ہمارا دل اس آیت کا مصداق ہو رہا ہے کہ

لھم قلوب لا یفقھون بھا
ولھم اعین لا یبصرون بھا۔

ہمارے تنزل کا یہی راز ہے۔ اسلئے وقت اس کا متقاضی ہے کہ ہم اپنی زندگی عملًا کو اسلامی طرز پر گزاریں۔ اور اپنے عقائد و اعمال کا ہر آن محاسبہ کرتے اور جائزہ لیتے رہیں۔ ہر کام میں اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا دین اور ارشاد نبوی ہے۔ من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شھید کا بیت الارض [illegible] اپنے اندر ایک نئی روح پیدا کریں۔

وما علینا الا البلاغ۔

[illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible]

بقیہ ۸ سے

اور کشش کی بہت سی چیزیں تھیں وہ وہاں تھیں اور ان میں سے جو ہمارا دارالعلوم … اور … احترام کے ساتھ … مستحق ہیں ان کے … بھی اس سلسلے میں … کیجئے کہ کاش ہم بھی کسی شہر میں ہوتے اور وہاں بڑی بڑی عمارتیں ہوتیں اور طلبہ کی اتنی بڑی تعداد ہوتی اور ان کی ایسی ہی اونچی شہرت ہوتی۔

نظام تعلیم موت و زندگی کی کشمکش کا شکار؛

اس کا شکر کیجئے اور اپنے اس گوشۂ عافیت کو بہت غنیمت سمجھئے اور یہاں رہ کر آپ صرف اپنی اس درسگاہ کی خدمت کا حوصلہ کیجئے کہ اس نظام تعلیم کو سنبھالا دینے کے لئے جو اس وقت موت و زندگی کی بڑی کشمکش سے گزر رہا ہے اور جس کی طرف … کیا ہے اس کو آپ … اور اس میں ایک نیا خون پیدا کرنے کا بھی حوصلہ کیجئے۔ آپ اپنے کو حقارت کی نظر سے اور اپنی درسگاہ کو … کی نگاہ سے بھی نہ دیکھئے۔ یہ سمجھئے کہ ہم نہایت بڑا کام انجام دے سکتے ہیں؟ آپ تاریخ کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ حقیقت تعلیم کی تاریخ کا جو اصل عنصر رہا ہے جس نے ہمیشہ تعلیم کے نظام میں ایک نئی روح پیدا کی ہے اس کو زمین کی پستیوں سے اٹھا کر آسمان کی بلندیوں پر پہنچا دیا ہے … اس کا تعلق حکومت اور اس کے بھاری بھرکم اوقاف سے نہیں ہے۔ اس کا تعلق لوگوں کی دلچسپی اور ان کی قدر و منزلت سے بھی نہیں ہے ______ اس کا تعلق ان شخصیتوں سے ہے جو وقتاً فوقتاً پیدا ہوتے رہے جو عام سطح سے بلند تھے جو قدرت کی طرف سے ایک خاص طرح کا دماغ لیکر آئے تھے جن کے اندر دینی تڑپ تھی، یقین تھا، … ذہانت تھی، نہایت بیدار دماغ اور ایک بلند حوصلہ تھا جن کے خیالات میں جدت اور ایک اجتہادی شان تھی۔ نظام تعلیم کی پوری تاریخ درحقیقت اشخاص کی تاریخ ہے، درحقیقت یہ ان علماء کی تاریخ ہے جو وقتاً فوقتاً پیدا ہوتے رہے جو اپنی ذہنی صلاحیتوں، اپنی علمی قابلیت اور اپنے علمی کمالات میں ایک خاص شان رکھتے تھے اور جو اس سطح سے بلند تھے جو ایک عرصے سے چلی آرہی تھی، علوم و فنون کی جو روایت مقرر ہو گئی تھی اس روایت سے بالکل ہٹ کر ان کے اندر ایک غیر معمولی ذہانت، غیر معمولی دماغ، غیر معمولی اعتماد اور اپنے نظام تعلیم کی صحت اور اسلام کی ابدیت پر ایک نیا یقین تھا۔ انہوں نے بالکل رخ بدل دیا، … جس طرح کہ ہوا کا رخ بدل جاتا ہے۔ … ہم نے دیکھا کہ جہاں بہت ہی کوتاہ قامت لوگ پیدا ہو رہے تھے جو محض … اور متون کی شرح، شرح کا حاشیہ اور حاشیہ کے حواشی … لکھا کرتے تھے اور جن کا مبلغ علم یہ تھا کہ وہ متقدمین کی کتابوں کو … ایک شخص پیدا ہوتا ہے اور وہ انھیں کتابوں میں جان ڈال دیتا ہے اور ان کے پڑھنے والوں میں ایک نیا اعتماد پیدا کر دیتا ہے اور اس نظام تعلیم کی طرف سے لوگوں کی نگاہیں اور نقطۂ نظر بدل جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایک نیا دور وجود میں آگیا۔

عام سطح سے بلند انسان؛

تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت آپ پر واضح ہو جائیگی کہ ایک ہی طرح کی کتابیں پڑھی پڑھائی جا رہی تھیں، کوئی خاص بات ان میں نہیں تھی لیکن … دہلی میں شاہ ولی اللہ … کی ایک شخصیت نمودار ہوتی ہے جو عام … سے … ایک دینی طاقت کے مالک تھے … ان کے … کی ایک جماعت پیدا کرتے ہیں انہیں میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور شیخ … بھی ہیں۔ اور پھر اس کے بعد ملک العلماء شیخ شہاب الدین دولت آبادی کے نام سے دہلی میں ایک شخص پیدا ہوتا ہے جس وقت تیمور کا حملہ ہوتا ہے اور دہلی تباہ ہوتی ہے اور دہلی سے … الشرقی کی … کا رخ کرتے ہیں جو آپ کے پورب کی طرف ان کا قافلہ رخ کرتا ہے اور بعض مقامات پر ٹھہرتے ہوئے کالپی وغیرہ ہوکر جونپور منتقل ہوتا ہے اور پھر آخر میں محض ایک آدمی کی وجہ سے جونپور مرکز بن جاتا ہے … شرقی کی سرپرستی تھی اور تھی اس میں کوئی شبہ نہیں، اسی طرح ہمارا خیال ہے کہ پورب کی ذہانت تھی یہ بھی صحیح ہے، میں ان میں سے کسی کا انکار نہیں کرتا، لیکن یہ سارا قصہ … ایک شخص کا ہے۔ ایک شخص ملک العلماء شیخ شہاب الدین دولت آبادی کے نام سے ادھر آتا ہے اور وہ جونپور سے لے کر بنگال تک بلکہ ملتان اور … تک سب کو اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے۔ آپ کو شاید آپ کے اساتذہ نے بتلایا ہوگا کہ ملک العلماء کتنا بڑا ادیب تھا۔ انھوں نے جب نحو میں الارشاد کے نام سے کتاب لکھی … کی شرح جانی ہے یعنی جب انہوں نے کافیہ کی شرح الارشاد کے نام سے لکھی جو شرح ہندی کے نام سے مشہور ہے تو صرف ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ یہاں سے لے کر ایران، ماوراء النہر اور مصر تک اس کا غلغلہ بلند ہوگیا۔ علامہ بدرالدین دمامینی جیسے امام نحو نے اس شرح ہندی کی شرح لکھی اور الشرح الہندیہ کے نام سے یہاں سے لیکر عرب تک وہ مشہور ہو گئی۔ یہ سب صرف ایک شخص کی ذہانت کا نتیجہ ہے اور جب تعلیم و تعلم کے سلسلے میں پھر اضمحلال پیدا ہونا شروع ہوا تو دو بھائی ملا عبداللہ اور ملا عزیز اللہ ایران سے … رہنے والے تو … کہتے تھے لیکن ان کا دہلی کی سلطنت اور لودھی حکمرانوں سے تعلق ہوا، انہوں نے ان کی سرپرستی کی، چنانچہ انہوں نے اس میں ایک نئی روح پیدا کر دی۔ پھر اس کے بعد ملا فتح اللہ شیرازی ایران سے آئے تو یہاں معقولات کا ایک گلشن دے دیا اور ایک نئی ذہانت نمودار ہوئی۔ پھر اس کے بعد گجرات سے مولانا شیخ جمال … ملک العلماء احمد آباد کے مشہور عالم شیخ وجیہ الدین ابن نصر اللہ گجراتی سے پڑھ کر آئے تھے انہوں نے … قائم کیا، اور اس درسگاہ سے ملا جیون جیسے لوگ پیدا ہوئے اور پھر اسی درسگاہ نے بڑی ترقی کی شکل اختیار کی اور پھر … کے شاگرد ملا نظام الدین … اسی ضلع اعظم گڑھ کے ہیں … شاہ پیر محمد … والے سب آپ کے اسی پورب کے نواح کے تھے۔

سارا کھیل آدمیوں کا؛

تو یہ سب سارا کھیل آدمیوں کا ہے۔ یہی تاریخ پھیلا دیتی ہے، تاریخ … کو پھیلا کر … کتاب بنا دیتی ہے لیکن پھر وہ … کتاب … ایک نقطے کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ سب کھیل صرف آدمیوں کا ہے۔ ایک آدمی پیدا ہوتا ہے اور سارے اندازوں اور قیاسات کو غلط ثابت کر دیتا ہے، مشکلات کے بادل چھٹ کر بالکل کافور ہو جاتے ہیں، ہوا کا رخ بدل جاتا ہے، شکوک و شبہات کا بادل چھٹ جاتا ہے اور ایک نیا آفتاب طلوع ہوتا ہے۔ اس وقت جس چیز کی شکایت آپ کی درسگاہ کے ناظم صاحب نے کی ہے مجھے اس سے بالکل اتفاق ہے اور انہوں نے اس کا جو سبب بیان کیا ہے وہ بھی بالکل صحیح ہے، میں اس سے پورا اتفاق کرتا ہوں کہ … خواہ وہ دنیا کا کام ہو یا دین کا کام ہو … اس وقت آگئی ہے جب … آدمیوں نے … افراد نے … پر … ذہانت کے … تھے … میں تاریخ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات ماننے پر مجبور ہوں کہ ایک فرد واحد نے پورے ماحول کو متاثر کیا تو خواہ وہ دین کا کام ہو جس میں "ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" کا اصول چلتا ہے یا دنیا کا کام ہو جس میں شمشیر اور زور بازو فیصلہ کرتے ہیں دونوں میں فرد واحد اپنے راستے … میں اور پوری دنیا بدل دیتے ہیں، ایسا لگتا ہے کہ ایک نیا دور وجود میں آگیا۔

دینی نظام تعلیم کی آزمائش؛

اب اس وقت ہمارے دینی نظام تعلیم کے لئے جو سب سے بڑی آزمائش ہے وہ یہ ہے کہ وہ خاندان جن میں ذہانت اور … دینی علوم سے مناسبت تھی اور جن کے اندر اعتماد تھا جو احساس کمتری سے پاک اور محفوظ تھے جن کے اندر جرأت تھی جو حالات کے ساتھ … آنکھیں ملا سکتے تھے اپنے اوپر بھی ان کو اعتماد تھا اور اپنی صلاحیتوں پر بھی اعتماد تھا اس طرح کے خاندانوں کے لوگوں نے یہ راستہ بالکل چھوڑ دیا ہے اور انہوں نے … کہ

ناظم صاحب نے کہا کہ ان میں جو ذہین ہوتا ہے اور جو تندرست ہوتا ہے پہلے تو … دیکھا ہے کہ ایک باپ کے دو بچے ہیں، ایک بچہ تندرست اور … سمجھدار ہے اسکو تو انگریزی تعلیم میں داخل کیا جاتا ہے اور ایک بچہ جو جسمانی طور پر معذور ہے یا جسکو بیماری لاحق ہے … ماں باپ اس سے عاجز آگئے ہیں اسکو عربی مدرسے میں داخل کرتے ہیں اور بعض … خط میں اس مدرسے کے ناظم کو لکھتے ہیں کہ میں اس بچے کو بھیج رہا ہوں جس سے میں عاجز آچکا ہوں یا جو پاؤں سے معذور ہے یا ہاتھ سے معذور ہے یا جس کو فلاں قسم کی بیماری ہے اور ان کو اس میں حیا نہیں آتی، یہ ان کی اخلاقی جرأت کہئے یا بے تکلفی کہئے کہ وہ خط میں بھی اس کی تصریح کر دیتے ہیں کہ میں اپنے ایک معذور بچے کو آپ کے حوالے کرتا ہوں، اور صحیح و تندرست بچے کو وہ کسی کالج کی راہ دکھاتے ہیں یا اسکول میں بھیجتے ہیں۔ … آپ کو بھی تجربے ہوئے ہوں گے مجھ کو کثرت سے ایسے تجربے ہوئے ہیں یا مولانا عمران خاں صاحب ندوی کو اپنے دور اہتمام میں اسکے … تجربے ہوئے ہونگے۔ آج ہمارے بڑے بڑے دیندار خاندان بھی اپنی اولاد کے معاملے میں یہی کرتے ہیں کہ جو بچہ … ہوتا ہے جس سے کوئی امید نہ ہو جس سے وہ عاجز آچکے ہوں اسکو وہ مدرسے میں بھیجتے ہیں، اور جو ذہین ہو ذرا شوخ ہو جس کے اندر وہ تمام خصوصیات پائی جائیں جو ایک ذہین و فطین طالب علم میں ہونی چاہئیں اسکو وہ انگریزی تعلیم دلاتے ہیں، اسکا دینی نظام تعلیم پر بڑا اثر پڑ رہا ہے۔

عشق نے آباد کر ڈالے ہیں دشت و کوہسار؛

لیکن میں پھر آپ سے کہونگا کہ یہ کوئی گھبرانے کی بات نہیں، صرف اشخاص کا معاملہ ہے اور حالات ان کے منتظر ہیں، ہمیں ہر جگہ سے یہ دلنوازی ملتی ہے، عام تاریخ سے بھی اور اسلامی تاریخ سے بھی اور اگر غور کیا جائے تو دینی روایات سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے کہ معدودے چند اشخاص کے اخلاص کی قوت اور ان کے عزم و قربانی سے … غیر معمولی نتائج ظاہر ہوتے ہیں … مولانا … ایک دنیا آباد کی … پیدا ہو جائے تو دیکھئے ایک شخص نے کتنا بڑا کام کیا ہے

عشق نے آباد کر ڈالے ہیں دشت و کوہسار

آپ جس ضلع کے مولانا ناظم صاحب … کا ذکر ہے … آپ اس جنگل میں منگل دیکھ رہے ہیں … مولانا عبداللہ … کے عشق کا نتیجہ ہے … جاکر … دیکھئے گا وہ مولانا … صاحب اور مولانا … حسین صاحب کے عشق کا، عزم کا اور یقین کا نتیجہ ہے۔ آپ کو ذرا دور جاکر جو کچھ نظر آئے گا وہ ایک دو شخصوں کے عشق کا نتیجہ ہے۔ اس وقت جو سب سے بڑی مصیبت ہے میں بھی اسی جرم کا مجرم ہوں، … اپنے کو اور اپنے رفقا کو بھی … کہ ہماری نگاہیں خیرات پر جاتی ہیں، مالیات پر جاتی ہیں، … اس میں مبتلا ہیں اور اس سے ہم صرف نظر نہیں کر سکتے لیکن اصل مسئلہ آدمی کا ہے۔ اگر ایک آدمی ایسا پیدا ہو جائے جو اپنی ذہانت میں فائق ہو اور جس کو اسلام کی صلاحیت پر پھر اپنے علم کی صلاحیت پر اپنی تربیت کی صلاحیت پر پورا اعتماد ہو اور … میں جو چیز پڑھی لکھی گئی ہے اس کی افادیت پر اور اسکی اہمیت پر یقین ہو اور … اس دور کی رہنمائی کر سکتے ہیں اور اسکے اندر یہ احساس پیدا ہو کہ دور … مرض میں مبتلا ہے ہماری پوری تہذیب جس مرض میں مبتلا ہے اور ہمارے پاس اسکے لئے آب حیات ہے اور ہم ہی اسکی چارہ سازی کر سکتے ہیں۔

ندوہ … اور دیوبند … اور … عمارتوں کا نام نہیں بلکہ ان افراد کا … جو افراد پیدا کئے اور جنہوں نے دنیا سے اپنا … درسگاہ کا لوہا منوایا، ان کا نام ہے مولانا سید سلیمان ندوی … نہ ہوتے تو ندوہ کیا ہوتا؟ وہ درخت جس نے کوئی پھل نہیں دیا وہ درخت کہلانے کے قابل کہاں ہے؟

میرے عزیزو! اگر تم میں پھر کوئی … پیدا ہوا … میں نے نمونے کے طور پر جو نام لئے وہ آپ کے سامنے ہیں اگر وہ … لوگوں کو پیدا کرتا ہے تو پھر سب ٹھیک اور تمام محنت وصول۔

Regd. No. L 1981 FORTNIGHTLY Phone: 22948

TAMEER-E-HAYAT

Darululoom Nadwatululama, Lucknow (India)

افریقی ممالک اسرائیل کے اثر سے آزاد

سید احمد حسنی ندوی

کچھ عرصہ پہلے براعظم افریقہ کے نو آزاد اور ترقی پذیر ممالک میں اسرائیل کا اثر روز افزوں ترقی پر تھا۔ کئی افریقی ممالک کی اقتصادیات حتیٰ کہ ذرائع ابلاغ پر بھی اسرائیل چھایا ہوا تھا مگر اب صورت حال اس کے بالکل برعکس ہے۔ افریقہ کا وہ پہلا ملک جس نے اسرائیل کے نفوذ کو چیلنج کیا اور اپنے ملک سے اسرائیلی ماہرین اقتصادیات اور فوجی مشیروں کو نکال باہر کیا وہ یوگنڈا ہے۔ یوگنڈا میں انقلاب کے بعد جنرل عیدی امین برسر اقتدار آئے اور انہوں نے اسرائیل کے ناپاک عزائم کو بھانپ کر اسے افریقہ سے بے دخل کرنے کی کامیاب کوشش کی۔ دوسری طرف انہوں نے عرب ممالک اور اسلامی دنیا سے اپنے رشتہ کو مضبوط کرنے کی مہم شروع کی۔ یوگنڈا کے جنرل عیدی امین کے اس اقدام نے افریقہ کے ان ممالک کو جو سامراجی غلامی سے حال ہی میں آزاد ہوئے تھے اسرائیل کی غلامی سے بچا لیا۔ یکے بعد دیگرے افریقی ممالک نے اسرائیل سے اپنے سفارتی تعلقات توڑ لئے اور اس کے استحصال سے اپنے کو آزاد کرانے میں کامیاب ہو گئے۔

افریقی ممالک نے عربی حکومتوں سے تعلقات پیدا کر کے اور اسرائیل سے اپنے تمام سیاسی اور معاشی تعلقات کو ختم کر کے نئی راہ پر قدم بڑھایا ہے۔ اس اقدام کا اسرائیلی حکومت پر بہت گہرا اثر پڑے گا۔ اس کے ذریعہ سے اسرائیل کی لوٹ کھسوٹ اور مکر و فریب سے پوری طرح بچا جا سکے گا۔ اسرائیل افریقہ کے اقتصادی نظام پر حاوی ہو رہا تھا۔ بیشتر مشرقی افریقی حکومتوں نے اپنے اقتصادی و تجارتی تعلقات کو اسرائیل سے ختم کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور ابھی جو کچھ اتصال باقی ہے اس کو بھی ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے اسرائیل کے مکر و فریب اور اس کے غاصبانہ ارادوں کو بھانپ لیا ہے اب یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر یہ حکومتیں اسرائیل سے اپنے تعلقات کو منقطع کر لیں تو یہ اسرائیل کے لئے ایک کاری ضرب ہوگی کیونکہ جو چیز اس کے لئے پریشانی کا باعث ہے وہ یہ ہے کہ اس کے سیاسی و معاشی تعلقات جو ان ممالک سے ایک طویل عرصہ سے چلے آ رہے ہیں اور جن سے وہ فائدہ اٹھاتا چلا آ رہا ہے ختم ہو جائیں گے۔

اگر تمام مشرقی حکومتیں اور افریقی حکومتیں متحد ہو کر اسرائیل سے اپنے تعلقات ختم کر لیں تو یہ چیز اسرائیل کے لئے سخت نقصان دہ ہوگی اور اس کی توسیع پسندی اور ترقی کے لئے خطرہ بن جائے گی۔ اور اس کے اثرات کو افریقہ سے جڑ سے اکھاڑ پھینکے گی۔ مشرقی اور افریقی ممالک کے اس اقدام سے اسرائیل کو اپنے ارادوں میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔

لیکن اس کے بعد عرب ممالک کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ افریقی حکومتوں سے پوری طرح تعاون کریں خواہ وہ سیاسی یا معاشی یا فنی ہو تاکہ یہ ممالک اسرائیل کے سامنے مضبوطی سے جم سکیں اور ان کو کسی قسم کی دشواری پیش نہ آئے۔

یہ ایک ایسا عمل ہے جو بغیر ایک دوسرے کے تعاون کے پورا نہیں ہو سکتا ہے جس کے لئے فریقین کو پوری طرح سے مستعد ہونے کی ضرورت ہے۔

حالیہ عرب اسرائیل جنگ کے بعد براعظم افریقہ کی سیاسی صورتحال میں بڑی تیزی سے تبدیلی ہوئی ہے۔ یکے بعد دیگرے کئی افریقی ممالک نے اسرائیل سے اپنے سفارتی تعلقات منقطع کر لئے ہیں اور عرب ممالک کی طرف ان کا دست تعاون بڑھ رہا ہے۔ موجودہ عرب قیادت (جس پر سعودی عرب کے شاہ فیصل کا گہرا اثر ہے) بڑی حقیقت پسند ہے۔ اس قیادت نے افریقی ممالک کے اس جذبۂ دوستی کا گرمجوشی سے استقبال کیا ہے۔ سعودی عرب نے کئی پسماندہ افریقی ممالک کو مالی امداد دی ہے۔ کویت، لیبیا اور بعض دوسرے اہل دولت مسلم ممالک برابر اس بات میں کوشاں ہیں کہ براعظم افریقہ ان کے زیر اثر آ جائے اگر اس موقع سے فائدہ اٹھایا گیا تو یہ نہ صرف سیاسی اعتبار سے مفید ہوگا بلکہ اسلام کی دعوت اور اس کی اشاعت کے لئے بھی ماحول سازگار ہوگا اور براعظم افریقہ کا وسیع میدان فرزندان توحید کو دعوت حق اور تبلیغ اسلام کے لئے مل جائے گا۔

تعمیر حیات کی توسیع اشاعت میں حصہ لیجئے